رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ
الفضل
قادیان

الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ...
قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۷۰	مورخہ یکم رمضان ۱۳۵۳ھ	یوم یکشنبہ	مطابق ۹ دسمبر ۱۹۳۴ء	جلد ۲۲

مدینۃ المسیح

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۶ دسمبر ۷ بجے شام کی ٹرین سے لاہور سے واپس تشریف لائے۔ حضور کی صحت کے متعلق ۷ دسمبر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ گھٹنے کے درد میں بہت تخفیف ہے:-

صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب ابن حضرت امیر المومنین پر ۶ دسمبر لاہور میں انفلوئنزا کا حملہ ہوا۔ وہ حضور کے ہمراہ قادیان آگئے۔ اب بخار اتر چکا ہے۔ کمزوری باقی ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا کریں:-

نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے ۶ دسمبر موضع ٹھیکری والہ متصل قادیان میں تبلیغی جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں مقامی جماعت کے بہت سے لوگ شریک ہوئے:-

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مخلصین جماعت احمدیہ سے جانی اور مالی قربانیوں کے مزید مطالبات

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۳۰- نومبر ۱۹۳۴ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں احباب کے سامنے اس تحریک کو جو میرے نزدیک اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جو اس وقت جماعت احمدیہ کے خلاف مختلف جماعتوں کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے۔ چھ حصے ایسے بیان کئے تھے جن کے ذریعہ سے اس کی

مخالفت کا سد باب

کیا جا سکتا ہے۔ اور سلسلہ کی ترقی کے راستہ سے روکوں کو دور کیا جا سکتا ہے

میں نے بعض نئے کام تجویز کئے تھے۔ تاکہ ان کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ کی اشاعت کو وسیع کیا جائے۔ اور تبلیغ کے لئے نئے مقامات تلاش کئے جائیں۔ اس کے لئے میں نے

ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کی اپیل

کا اعلان کیا تھا۔ اصل مخاطب اس اپیل کے تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ سو روپیہ یا سو سے زائد رقم دینے کی توفیق دے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے غرباء کے دلوں میں قربانی کا زیادہ مادہ رکھا ہوتا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنی ذات میں

مجسم قربانی

نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان کی ساری عمر ہی قربانی میں گزرجاتی ہے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کو اس ثواب میں شمولیت سے محروم رکھوں۔ اس لئے چاروں سکیموں کے متعلق جن میں سے ایک پندرہ ہزار کی ہے۔ دوسری دس ہزار کی۔ اور دو اڑھائی اڑھائی ہزار کی غرباء کے لئے اس رنگ میں رستہ کھولا۔ کہ جو چاہے۔ کسی ایک میں یا ایک سے زیادہ میں یا سب میں شریک ہو سکے۔ یعنی پندرہ اور دس ہزار کی تحریکوں میں دس دس روپے دے کر اور اڑھائی اڑھائی ہزار کی تحریکوں میں پانچ پانچ روپے ادا کر کے۔ خواہ کسی ایک میں خواہ دو میں خواہ تین میں۔ اور خواہ چاروں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ زیادہ تر اسی طبقہ جماعت نے توجہ کی ہے گو ابھی تحریک

قادیان کی جماعت

تک ہی پہنچی ہے۔ اور باہر وہ خطبہ کل یا آج پہنچا ہوگا۔ وہ بھی قریب کے شہروں اور دیہات میں۔ ورنہ بہت سے علاقوں میں وہ خطبہ ایک ہفتہ بعد اور بعض جگہ دو تین ہفتہ کے بعد پہنچیگا۔ اس لئے اس خطبہ کے پورے جواب کی دو ماہ سے کم اور ہندوستان سے باہر سے تین چار ماہ سے کم

انتظار کی مدت

نہیں ہوسکتی۔ پس مَیں ابھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے۔ وُہ توفیق نہیں۔ جو کمزور انسان قربانی سے بچنے کے لئے تجویز کرتا ہے۔ بلکہ وُہ توفیق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے لئے کافی ہے وُہ اس خطبہ کا کیا جواب دیں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے غرباء کا طبقہ جو اصل میں مخاطب نہیں۔ اگر قادیان کی جماعت کے لحاظ سے اندازہ لگایا جائے۔ تو وُہ اس چندہ میں بھی دُوسروں سے بڑھ جائے گا گو جنہوں نے ۱۰۰-۱۰۰ یا ۵-۵ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وُہ سارے کے سارے ایسے نہیں ہیں۔ جو قطعی طور پر دس یا پانچ دینے والوں میں شامل کئے جائیں۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کو دس یا پانچ سے زیادہ دینے کی توفیق ہے۔ مگر کئی ایسے بھی ہیں۔ کہ انہوں نے جو کچھ دیا ہے۔ انہیں اتنا دینے کی بھی توفیق نہ تھی۔ اسی سلسلہ میں بعض عورتوں نے مجھ سے پوچھا ہے۔ کہ ہم بھی اس تحریک میں حصہ لینا چاہتی ہیں۔ مگر ہمیں اتنی توفیق نہیں۔ کہ دس یا پانچ روپے یکمشت ادا کر سکیں۔ ہمارے ملک میں رواج یہی ہے۔ کہ عام طور پر

عورتوں کو خرچ نقد نہیں دیا جاتا

بلکہ کھانے پینے کی اشیاء اور پہننے کا کپڑا خرید کر دیدیا جاتا ہے۔ سوائے شہری خاندانوں کے۔ پس اس میں شبہ نہیں۔ کہ اکثر عورتیں ایسی ہیں۔ جو دس روپے یا پانچ روپے یکمشت نہیں دے سکتیں۔ مگر انہوں نے خواہش کی ہے۔ کہ انہیں بھی اس ثواب میں شامل ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ اور یہ اجازت دے دی جائے۔ کہ وُہ

ایک ایک یا دو دو روپیہ ماہوار

کرکے ادا کریں۔ عورتوں کا یہ جوش اور یہ اخلاص یقیناً قابل شکریہ بھی ہے اور قابل قدر بھی۔ قابل شکریہ تو اس لئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے اس طبقہ کو بھی جو کمزور اور ضعیف ہے۔ دین کے لئے قربانی کرنے کا شوق اور طاقت بخشی ہے۔ اور قابل قدر اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے لئے کام کرنا ہر مومن کا ذاتی فرض ہوتا ہے۔ اور جو بھی اس کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا ہے اس کی اسے قدر کرنی چاہیئے۔ پس میں نے

عورتوں کے اخلاص کی قدر

کرتے ہُوئے انہیں یہ تجویز بتائی۔ کہ جس طرح قادیان میں بھی۔ اور باہر بھی کمیٹیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اور جن کے نام کا قرعہ نکلے۔ ان کے نام سے ان تحریکوں میں رقم جمع کرا دیں۔ مثلاً اگر ایک سو یا دو سو عورتیں ان تحریکوں میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تو وُہ سب مل کر کمیٹی ڈال لیں۔ اور روپیہ روپیہ یا دو دو روپے دیتی رہیں۔ ہر ماہ جتنی رقم جمع ہو۔ اس کے لئے قرعہ ڈال لیں۔ مثلاً اگر سو روپے کی رقم ہو۔ تو دس دس روپے کے قرعے جن دس عورتوں کے نام کے نکلیں۔ ان کی طرف سے اس تحریک میں جمع کرا دیں۔ اسی طرح اگلے مہینے اور دس عورتوں کے نام سے جمع کرا دیں۔ اگر مردوں میں سے بھی بعض غرباء اس رنگ میں حصہ لینا چاہیں۔ تو وُہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ مگر ضروری ہوگا۔ کہ دس کی رقم یا پانچ کی رقم اگر اس تحریک میں حصہ لے۔ جس کے لئے کم سے کم پانچ کی رقم مقرر ہے خزانہ میں یکمشت جمع کرائی جائے۔ گو

اصل مخاطب

ان تحریکوں کے آسودہ حال لوگ ہیں۔ مگر یہ رستہ ان کے لئے کھلا ہے۔ جو

ثواب حاصل کرنے کی شدید خواہش

رکھتے ہیں۔ اور کسی نیک کام میں بھی دُوسروں سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ غرباء نے آپؐ سے شکایت کی۔ کہ یا رسول اللہؐ ہم

جہاد کے لئے

جاتے ہیں۔ تو ہمارے اُمراء بھائی بھی جاتے ہیں۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں۔ تو وُہ بھی پڑھتے ہیں۔ ہم روزے رکھتے ہیں۔ تو وُہ بھی رکھتے ہیں۔ ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ تو وُہ بھی کرتے ہیں۔ مگر

مشترک ضرورتوں اور دینی کاموں کے لئے

جب مال دینے کا وقت آتا ہے۔ تو وُہ دیتے ہیں۔ ہم نہیں دے سکتے وُہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ مگر ہم نہیں دے سکتے۔ وُہ صدقہ و خیرات کرتے اور غرباء کی مدد کرتے ہیں۔ مگر ہم نہیں کر سکتے۔ غرض وُہ کئی قسم کے ثواب حاصل کرتے ہیں۔ مگر ہم محروم رہتے ہیں۔ اور ان کو ہم پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ ہم ثواب کے کاموں میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یا رسول اللہؐ ہمیں بتائیں۔ ہم کیا کریں۔ تا کہ ان کی طرح ثواب حاصل کر سکیں۔

یہ جوش اور یہ سوال

بتاتا ہے۔ کہ سچی مخلص جماعتوں میں یہ سوال نہیں پیدا ہوا کرتا کہ فلاں ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے ہم بھی ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ یہ جوش پایا جاتا ہے۔ کہ فلاں مومن میں فلاں نیکی پائی جاتی ہے ہم وُہ نیکی کس طرح حاصل کریں۔ جب کسی جماعت کے اکثر افراد میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ تو وُہ

اعلےٰ معیار کی جماعت

کہلاتی ہے۔ لیکن جس قوم میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں۔ کہ فلاں نے غلطی کی تھی۔ اسے نہیں پکڑا گیا۔ پھر ہمیں کیوں گرفت کی جاتی ہے۔ یا یہ کہ فلاں شخص فلاں نیکی اور ثواب کا کام نہیں کرتا تو ہم کیوں کریں۔ وُہ تباہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے

عذرات کا مطلب

یہ ہوتا ہے کہ اس قوم کی نظر آگے بڑھنے والوں اور ترقی کرنے والوں کی طرف نہیں ہوتی۔ بلکہ کمزوروں اور پیچھے رہنے والوں پر ہوتی ہے۔ حالانکہ جس قوم نے آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ وُہ آگے والوں کو دیکھتی ہے۔ اور جس نے پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ وُہ پیچھے رہنے والوں کو دیکھتی ہے۔ اور جس قوم کی نظر

آگے کی طرف

ہوتی ہے۔ وہی ترقی کرتی ہے۔ اور جس کی نظر پیچھے کو ہوتی ہے وُہ

تنزل کے گڑھے میں

گرتی ہے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ بعض احمدی کہلانے والے بھی یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ فلاں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ اور فلاں میں یہ تو پھر ہمیں اس کمزوری کی وجہ سے کیوں گرفت میں لایا جاتا ہے۔ گویا انکے نزدیک

دین کی خدمت کرنا

اور دین کے لئے قربانی کرنا ایک چٹی ہے۔ جسے اسی صورت میں برداشت کیا جاسکتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص کو اس میں شامل کیا جائے۔ نیکی اعلےٰ مقصد نہیں جس کے حصول کے لئے

دوسروں سے بڑھنے کی خواہش

کی جائے۔ مگر صحابہ میں وُہ جوش تھا۔ کہ ان میں سے غرباء نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا۔ کہ ہم کس طرح ثواب حاصل کرنے میں امراء کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور وُہ کیا طریق ہے کہ ہم نیکی حاصل کرنے میں ان سے پیچھے نہ رہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کیا میں تمہیں ایسی ترکیب بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو۔ تو

امراء سے کئی سو سال پہلے جنت میں

داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ کیا ترکیب ہے آپؐ نے فرمایا۔ وُہ یہ ہے۔ کہ تم ہر نماز کے بعد ۳۳-۳۳ دفعہ تسبیح اور تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے

جو جذبہ قربانی اور ایثار کا

اس وقت غرباء میں پایا جاتا تھا۔ وُہی امراء میں بھی موجود تھا انہوں نے ٹوہ لگائی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور غرباء میں کیا بات چیت ہوئی۔ آخر انہیں پتہ لگ گیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو

ایک ایسا گُر

بتایا ہے۔ کہ جس پر عمل کرنے سے وہ اس ثواب کے بھی حقدار ہو جائینگے جس میں وُہ پہلے شریک نہ ہو سکتے تھے۔ اور انہوں نے بھی وُہ نسخہ معلوم کر لیا۔ اور پھر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر غرباء پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ آپؐ امراء کو منع کر دیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی وُہی کرنا شروع کر دیا ہے۔ جو آپؐ نے ہمیں بتایا تھا۔ یہ سُنکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے خدا تعالےٰ نیکی کرنے کی توفیق دے اسے میں نہیں روک سکتا۔

حقیقی جذبۂ قربانی

یہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو مدنظر رکھتے ہُوئے اور ان کے حساس اور اخلاص سے بھرے ہُوئے دلوں کو ٹھیس سے بچانے کے لئے میں نے ان کو قربانی کرنے کا طریق بتا دیا ہے۔ کئی غرباء ایسے ہیں۔ کہ انہوں نے دس روپیہ والی تحریک میں حصہ لے کر سو۔ دو سو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چارسو دینے والوں سے بھی بہت بڑی قربانی کی ہے۔ مثلاً مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض ایسے لوگ جنہوں نے دس روپے دیئے ہیں انہوں نے

سارے ماہ کی آمدنی

دے دی ہے۔ اور بعض جنہوں نے بیس دیئے ہیں۔ ان کی سارے مہینہ کی آمدنی بیس روپے ہی تھی۔ گویا انہوں نے ایک مہینہ کی ساری کی ساری آمدنی دے دی۔ اب اگر چارسو ماہوار کمانے والا ایک سو روپیہ دیتا ہے۔ یا پانچ سو ماہوار کمانے والا ایک سو کی رقم پیش کرتا ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ وہ

اپنی آمدنی کا ¼ اور ⅕ حصہ

دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد جو لازمی ہوتی ہیں۔ ان کے پاس زیادہ رقم بچتی ہے۔ میں نے

غرباء اور امراء کا مقابلہ

اس رنگ میں بھی کیا ہے۔ کہ جس چیز کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا اس پر ان کا خرچ کتنا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک غریب شخص ہے جس کے کھانے والے پانچ کس ہیں۔ اگر فی کس کے حساب سے ڈیڑھ روپیہ ماہوار کا آٹا رکھا جائے۔ تو صرف آٹا ½ ۷ روپے کا ہوا۔ اور اگر اس کی ماہوار آمد بیس روپے ہو۔ تو گویا ⅓ رقم سے زیادہ اس کی آٹے پر صرف ہوتی ہے۔ اور اگر پکوائی وغیرہ کو مدنظر رکھ لیا جائے۔ تو گویا اس کی آمد میں سے ۴۵ فیصدی رقم

خشک روٹی پر خرچ

ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر پانچ سو ماہوار آمد والے شخص کے بھی پانچ کس ہی کھانے والے ہوں۔ تو آٹے پر اس کی رقم بھی اتنی ہی خرچ ہوگی۔ جتنی بیس روپے آمد والے غریب کی خرچ ہوتی ہے۔ اور اس طرح امیر کی صرف ½ ۱ فیصدی رقم ایسی ضرورت پر خرچ ہوئی جس کے بغیر چارہ نہیں۔ مگر غریب کی ایسی ضرورت پر ۴۵ فیصدی رقم صرف ہوگی۔ یہ

کتنا بڑا فرق

ہے۔ اور غریب کی قربانی کو یہ کتنا شاندار بنا دیتا ہے۔

غرض کئی غرباء ایسے ہیں۔ کہ میں جانتا ہوں۔ انہوں نے اس تحریک میں حصہ لے کر ظاہر مطلوبہ رقم کو زیادہ نہیں بڑھایا۔ لیکن جماعت کے اخلاص اور جذبہ قربانی میں بہت بڑا اضافہ کر دیا ہے۔ اور ایسی قیمتی چیز پیش کی ہے جسے ہم خدا تعالیٰ کے سامنے رکھ سکتے ہیں۔ جس طرح ایک موتی کا کیڑا سمندر کی تہ میں بیٹھ کر ایسا موتی تیار کرتا ہے جو بادشاہ کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مومن سچے اخلاص سے جو کام کرتا ہے۔ وہ

موتی سے بھی زیادہ قیمتی

ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی خدا تعالیٰ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ دین کے لئے ہر قربانی کرنے والی جماعت خدا تعالیٰ کے سامنے وہی موتی رکھے گی جو سچا اخلاص دکھانے والوں اور حقیقی قربانی کرنے والوں نے تیار کئے ہونگے۔ پس اعلیٰ قربانیوں کے ذریعہ جو روحانی موتی پیدا ہوتے ہیں وہی جماعت کی زیب و زینت کا موجب ہوتے ہیں ایسے موتی تیار کرنے والے بظاہر پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور غربت کے ہاتھوں وہ اس حالت کو پہنچے ہوتے ہیں۔ کہ کسی مجلس میں شامل ہو جائیں۔ تو اس

مجلس کی زینت

نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مجلس کی حیثیت کو بگاڑنے والے ہیں۔ کئی اسی مزاج کے لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ مجلس شوریٰ میں شمولیت کے لئے کئی غربت زدہ زمیندار آ جاتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ اس مجلس کے سوا ایک اور بھی مجلس ہونے والی ہے۔ اور اس مجلس میں ہم ہی شامل نہ ہونگے۔ بلکہ ہمارے باپ دادے اور ہماری آئندہ ہونے والی اولادیں بھی شامل ہونگی۔ حتیٰ کہ آدم کی اولاد کے جتنے بچے پیدا ہوئے۔ وہ سارے کے سارے شامل ہونگے اس وقت ظاہری لباسوں۔ اور دنیوی وجاہتوں کو پیش نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ ایک نئی چیز پیش کی جائیگی وہ چیز جو ایسی جگہ رکھی جاتی ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ یعنی وہ

خدا تعالیٰ کے خزانہ میں

رکھی جاتی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کام کا اچھا نتیجہ اس دنیا میں مل رہا ہوتا ہے۔ اور برا ادھر یعنی اگلے جہاں میں محفوظ کیا جا رہا ہوتا ہے۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اچھا نتیجہ ادھر جمع ہو رہا ہوتا ہے۔ اور برا اس دنیا میں مل رہا ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے

درمیان میں ایک پردہ

پڑا ہو۔ اور کچھ بیلنے لگے ہوں جن میں سے بعض کا منہ پردہ کے ایک طرف ہو۔ اور بعض کا دوسری طرف۔ بعض میں سے رس ادھر گرتا ہو۔ اور بعض میں سے ادھر بعض کا چھلکا ایک طرف گرتا ہو۔ اور بعض کا چھلکا دوسری طرف یہی حال انسانی اعمال کا ہوتا ہے بعض کا رس ادھر یعنی اس دنیا میں گرتا ہے۔ اور چھلکا دارالفنا یعنی ہمیشہ کے گھر میں۔ اور بعض کا چھلکا اس دنیا میں گرتا ہے اور رس ادھر۔ جب لوگ مر کر اگلے جہان میں جائیں گے۔ تو بعض سے کہا جائیگا۔ کہ لو

تمہارے اعمال کا چھلکا

محفوظ ہے۔ اسے دوزخ میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سے تمہارے جلانے کے لئے اچھی آگ پیدا ہوگی۔ یہی چیز تمہاری طرف سے یہاں محفوظ رکھنے کے لئے آئی تھی۔ حالانکہ وہ دنیا میں خوش ہو رہے ہونگے۔ کہ انہوں نے اپنے لئے بہت اچھا رس پیدا کیا۔ اور کئی ایسے ہونگے۔ کہ دنیا میں ان کو لوگ حقیر اور ذلیل سمجھتے ہونگے۔ مگر ان کے بیلنے کا منہ اگلے جہان کی طرف ہوگا۔ اور اس میں سے نکلنے والے رس سے شکر اور کھانڈ بن رہی ہوگی جب وہ وہاں جائیں گے۔ تو اس کے ڈھیر ان کے سامنے لگا دیئے جائیں گے۔ اور کہا جائیگا۔ کہ لو یہ قند تمہارے اعمال نے تیار کیا تھا۔ اسے لو اور اپنا مونہہ میٹھا کرو۔ اس دنیا میں ان کو ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کے کام کا فضلہ ادھر گر رہا تھا۔ اور رس اگلے جہاں میں۔ لیکن کچھ وہ لوگ جو یہاں معزز سمجھے جاتے ہونگے۔ وہاں ذلیل ہونگے کیونکہ ان کے اعمال کا فضلہ وہاں جمع ہو رہا تھا۔ اور رس اس جہان میں۔ اس دن جب کہ تمام اگلے پچھلے انسان جمع کئے جائیں گے۔ انہیں اپنی پر فخر کریں گی۔ جنہیں

دنیا کی مجلسوں میں ذلیل

سمجھا جاتا تھا۔ مگر جو اپنے اخلاص کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز تھے۔ اس مجلس میں وہ معزز قرار دیئے جائیں گے۔ اور ہزاروں آدمی جو یہاں انہیں رشتہ دار سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ وہاں اپنے آپ کو ان کے قریبی رشتہ دار قرار دیں گے۔ قرآن کریم میں اس موقعہ کا کیا ہی عجیب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مومنوں کے ساتھ منافقوں کی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو قربانیوں میں شامل نہیں ہوتی۔ اور وہ مومنوں سے کہتے ہیں۔ تم مخلص ہو۔ ہم منافق ہی سہی تم قربانیاں کرو ہم شریک نہیں ہو سکتے۔ فرمایا جب قیامت کے دن مومنوں کو نور دیا جائیگا جو

جنت کی طرف راہ نمائی

کرے گا۔ تو وہ لوگ جو دنیا میں مومنوں سے تمسخر کرتے تھے۔ ٹھوکریں کھاتے ہوئے ان کے پیچھے چلتے ہونگے۔ اور عاجزانہ طور پر درخواست کریں گے۔ کہ ہمیں بھی نور دیدو۔ چونکہ نور خدا تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اس لئے مومن ان سے کہیں گے۔ یہ نور تمہیں نہیں دیا جا سکتا۔ تم پیچھے مڑ جاؤ۔ وہاں سے ہی نور مل سکتا ہے یعنی اسی دنیا میں سے مل سکتا ہے جس سے تم نے حاصل نہیں کیا۔

پس یہ جو غرباء ہیں۔ ان کی رقوم سے گو کوئی معتدبہ زیادتی نہیں ہوئی۔ مگر وہ جو اس کا نتیجہ جماعت کو ملنے والا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فضل کی صورت میں نازل ہونے والا ہے۔ اس میں یقیناً ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور

آسودہ حال لوگ

تبھی ان کے برابر ثواب کما سکتے ہیں جبکہ رقم کی زیادتی کے ساتھ نہیں بلکہ نسبتی قربانی کے ساتھ ان کے برابر ہو جائیں۔ ورنہ وہ یاد رکھیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے دین کے کام روپیہ سے نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اخلاص کا جو نتیجہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے ہمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے جو نتائج حاصل ہو رہے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں

ہمارے روپیہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں

ہے۔ اس کی نسبت دشمن بہت زیادہ روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ باوجود اس کے ہم روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ اور دشمن گھٹ رہے ہیں۔ یہ روپیہ سے نہیں ہو رہا۔ بلکہ جس اخلاص سے ہماری جماعت کے مخلص روپیہ دیتے ہیں اس کے نتیجہ میں ہو رہا ہے۔

پس میں نے ایسے مخلصین کو ان تحریکات میں شمولیت سے محروم نہیں رکھنا چاہا۔ پھر میں نے کچھ ایسے لوگوں کے لئے پردہ پیدا کیا۔ جو زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔ مگر ممکن ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیادہ دقت میں حصہ نہ لیں بوجہ اپنے بخل کے۔ اور جو آج کل بخل دور کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کل خدا تعالیٰ اسے اور زیادہ

بخل دور کرنے کی توفیق

دے دے۔ ایسے لوگ بھی ان تحریکوں میں شامل ہو جائیں۔ اور اس طرح جماعت کا ایک حصہ ایمانی تباہی سے بچ جائے گا۔

کھانے وغیرہ کے متعلق گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں میں نے جو کچھ کہا تھا۔ کئی دوستوں نے اس کے متعلق سوالات کئے ہیں۔ بعض کا جواب تو میں نے خطبہ پر نظر ثانی کرتے وقت دے دیا ہے۔ مگر ایک سوال ایسا ہے جس کے متعلق اب کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کہا گیا ہے۔ کہ بعض گھرانوں میں

نوکروں کی تعداد

زیادہ ہوتی ہے۔ بعض لوگ غربا اور یتامیٰ کو اپنے ہاں رکھ لیتے ہیں تاکہ وہ تھوڑا بہت کام کر دیا کریں۔ اور تعلیم حاصل کرتے رہیں۔ بعض کے ہاں یوں بھی ملازمین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اگر وہی کھانا جو وہ خود کھائیں۔ ملازمین کو بھی دیں۔ تو ان کا خرچ گھٹے گا نہیں۔ بلکہ بڑھ جائے گا۔ حدیثوں میں غلاموں کے متعلق تو آتا ہے۔ کہ جو کھانا خود کھاؤ۔ وہی ان کو بھی کھلاؤ۔ لیکن

غلام اور ملازم میں فرق

ہے۔ غلام مجبور ہوتے ہیں۔ کہ اپنے آقا کے ہاں ہی رہیں۔ لیکن ملازم مجبور نہیں ہوتے۔ وہ جو یہ سمجھتے ہوں۔ کہ ان کو کھانا اچھا نہیں ملتا دوسری جگہ جا سکتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ انکو اپنے جیسا کھانا نہیں دے سکتے۔ وہ شرعی طور پر مجبور نہیں۔ اور اگر وہ ملازمین والا کھانا خود نہ کھانا چاہیں۔ تو ان کے لئے الگ پکوا سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس کھانے میں سے کھانا چاہیں۔ جو ملازموں کے لئے پکایا جائے۔ تو پھر اپنا کھانا ملازمین کو دیدیں۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا بھی میرے مدنظر ہے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا۔ کہ ملازموں کو بھی وہی کھانا کھلاؤ۔ جو خود کھاؤ۔ وہ لوگ جنہوں نے کئی ملازم رکھے ہوئے ہوں۔ یا پرورش کے طور پر کچھ لوگوں کو رکھا ہوا ہو۔ ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتا ہوا میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ان کے ہاں ایک ہی کھانا پکے۔ جبکہ شریعت میں اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن یہ شرط ضرور لگاتا ہوں۔ کہ وہ اس کھانے کو جو ملازمین وغیرہ کے لئے پکے۔ خود استعمال نہ کریں۔ اور اگر استعمال کریں۔ تو

جھجر کے ایک نواب صاحب

کی طرح کریں۔ جن کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ کھانا تیار ہونے کے بعد وہ باورچی کو بلا کر کہتے۔ کہ تم نے میرے لئے جو سب سے اچھا کھانا پکایا ہے وہ لے آؤ۔ جب وہ لے آتا۔ تو اپنے ایک خاص ملازم کو دے کر کہتے۔ کہ یہ لے جاؤ۔ اور کسی فوجی سپاہی کو دے کر اس کا کھانا لے آؤ۔ اور اس طرح اس کا کھانا منگا کر کھا لیتے۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے۔ کہ کھانے میں انہیں زہر نہ دیدیا جائے اس لئے ہر روز کسی نئے سپاہی کے کھانے سے اپنے کھانے کا تبادلہ کر لیتے۔ لیکن بعض کا خیال ہے۔ کہ وہ سپاہی منش تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ سپاہیانہ روح قائم رہے۔ اور کمزوری نہ پیدا ہو۔ چونکہ نیک گمان رکھتا ہے۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں۔ کہ وہ

سپاہیانہ زندگی کے قیام کیلئے

ایسا کرتے تھے۔ پس اگر کسی کو خواہش پیدا ہو۔ کہ ملازم کے لئے جو کھانا پکا ہے۔ وہ خود کھائے۔ تو اپنا کھانا اسے دیدے۔ یہ نہیں کہ ملازموں کے نام سے دوسرا کھانا تیار کر لیا جائے۔ اور پھر اس میں خود بھی شرکت کر لی جائے۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں۔ کیا چٹنی کھانی جائز ہے۔ انہیں میں کہتا ہوں۔ جو کام کرو اخلاص اور دیانت سے کرو۔ اس تحریک کی غرض اقتصادی حالت کا درست کرنا اور

چسکوں سے بچانا

ہے۔ پس اگر کسی دن طبیعت خراب ہوئی۔ اور سادہ چٹنی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو اور بات ہے۔ لیکن ان بہانوں سے مونہہ کے چسکے پیدا کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ انسان تحریک میں شامل ہی نہ ہو۔ پس کبھی کبھار اور ضرورتاً استعمال میں حرج نہیں۔ ورنہ بہانہ خوری کبھی جائز نہیں۔

جماعت احمدیہ سے قربانی کا ساتواں مطالبہ

اب میں ساتواں مطالبہ پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس وقت کی تبلیغی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر ان تمام مطالبات کے باوجود جو میں کر چکا ہوں ہماری تبلیغی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں۔ اور پھر بھی ہماری مثال احد کے شہیدوں کی سی رہتی ہے۔ کہ اگر کفن سے ان کے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور اگر پاؤں ڈھانپتے۔ تو سر ننگے ہو جاتے۔ کیونکہ اس وقت اتنا کپڑا میسر نہ تھا جو پورا آسکتا۔ ہماری بھی اس وقت یہی حالت ہے۔ ہم اگر ایک طرف توجہ کرتے ہیں تو دوسری جہت خالی رہ جاتی ہے۔ اور اگر دوسری جہت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پہلی خالی ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہے۔ کہ

تبلیغی کوششوں کی کوئی اور راہ

بھی ہو۔ یعنی ایسی ریزرو فورس ہو۔ کہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لے سکیں۔ اور مبلغین کے کام کے علاوہ اس کے ذریعہ اپنی ضروریات پوری کریں۔ سمجھ لو۔ کہ اس وقت پنجاب میں جماعت کی تعداد ۵۶ ہزار ہی ہے۔ جیسا کہ مردم شماری کی رپورٹ میں لکھا گیا ہے اسی نسبت سے سارے ہندوستان میں ایک لاکھ احمدی سمجھ لو۔ تب بھی ان میں سے دس ہزار عاقل بالغ مرد بوڑھے بچے اور عورتیں نکال کر ہوتے ہیں۔ یہ وہ کم سے کم تعداد ہے جو بتائی جا سکتی ہے۔ اس میں سے کم از کم ایک ہزار سرکاری ملازم ہونگے۔ اور سرکاری ملازموں کو کچھ نہ کچھ رخصتیں ملتی ہیں۔ بعض اس قسم کے ملازم ہوتے ہیں۔ کہ اگر ایک سال رخصت نہ لیں تو دوسرے سال انہیں تیسرے سال

تین ماہ کی رخصت

مل جاتی ہے۔ اگر چار سو بھی ایسے ہوں۔ جن کی رخصتیں اس طرح جمع پڑی ہوں۔ یا قریب کے عرصہ میں جمع ہونیوالی ہوں۔ اور وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے ان رخصتوں کو وقف کر دیں۔ تو اس کے یہ معنی ہونگے۔ کہ ایک سال کے لئے کام کرنیوالے سو مبلغ مل گئے۔ ایسے اصحاب تین تین ماہ کی چھٹیاں لے لیں۔ اور ان چھٹیوں کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ پھر ہم انہیں جہاں چاہیں۔ تبلیغ کے لئے بھیجدیں اگر چار سو ایسے اصحاب اپنے آپ کو پیش کریں۔ تو ایک سو مبلغ سال بھر کام کرنے والے اور اگر دو سو پیش کریں۔ تو پچاس مبلغ ایک وقت میں سال بھر کام کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح

تبلیغ کے لئے اچھی خاصی طاقت

حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے متعلق میری سکیم یہ ہے۔ کہ ان کو ایسی جگہ بھیجیں جہاں احمدی جماعتیں نہیں۔ اور جہاں تین ماہ ایک اکیلا احمدی رہیگا جسکا دن رات کام تبلیغ کرنا ہوگا۔ ناممکن ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں نئی جماعت نہ قائم ہو جائے۔ اگر دو سو اصحاب بھی اپنے آپ کو پیش کر دیں۔ تو ۵۰ کو ایک وقت میں تبلیغ کے لئے پچاس نئے مقامات پر بھیج سکتے ہیں کہ وہاں تبلیغ کرو۔ اس طرح تین ماہ میں پچاس نئی جماعتیں قائم ہو جائیں گی۔ اگلے تین ماہ میں پچاس اور پچاس مقامات پر بھیجدینگے اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک سال میں دو سو مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہو سکتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ جس طرح ڈائنامیٹ کے ذریعہ چٹان کو اڑا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح

احمدی کا وجود ڈائنامیٹ کی حیثیت رکھتا ہے

جو تاریکی اور ظلمت کو مٹا دیتا ہے۔ نئی فضا پیدا کر دیتا ہے۔ اور نیا ماحول بنا دیتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ جہاں نئی جماعت قائم ہوگی وہاں مخالفت بھی بڑھ جائیگی۔ لوگ پہلے سے زیادہ گالیاں دینے لگ جائیں گے احمدیوں کو مارنے پیٹنے پر اتر آئیں گے۔ زنگ آلود دلوں کے زنگ وزرقی کریں گے۔ اور ان کی روح کی مرت اور بھیانک شکل اختیار کرے گی مگر باوجود اس کے ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو جائے گا جس کے دل ہل جائیں گے۔ اور جس کی روح جنبش میں آجائے گی۔ اور خواہ کتنی ہی ہلکی ہو محبت الٰہی کی ایک باریک شعاع اور خدا کی محبت کے سورج میں جاجذب ہوگی۔ ایک سال میں دو سو نئی جماعتوں کا قائم ہو جانا معمولی بات نہیں۔ اس طرح اگر یہ سلسلہ جاری رہا۔ تو چار پانچ سال میں ہی عظیم الشان تغیر پیدا ہو جائیگا۔ مبلغین کو ہم اس طرف نہیں لگا سکتے۔ ان کی بہت تھوڑی تعداد ہے۔ پھر ان کے ذمہ مباحثات اور جماعت کی تربیت کا کام ہے ان کی مثال تو اس دانے کی سی ہے جس کی نسبت کہتے ہیں۔ ایک دانہ کس کس نے کھانا

تبلیغ کی وسعت کے لئے

ایک نیا سلسلہ مبلغین کا ہونا چاہیئے۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ سرکاری ملازم تین ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے آپ کو پیش کریں تاکہ ان کو وہاں بھیج دیا جائے۔ جہاں ان کی ملازمت کا واسطہ اور تعلق نہ ہو۔ مثلاً گورداسپور کے ضلع میں ملازمت کرنے والا امرتسر کے ضلع میں بھیجدیا جائے۔ امرتسر کے ضلع میں ملازمت کرنے والا کانگڑہ یا ہوشیارپور کے ضلع میں کام کرے۔ گویا اپنے

ملازمت کے علاقہ سے باہر

ایسی جگہ کام کرے۔ جہاں ابھی تک احمدیت کی اشاعت نہیں ہوئی۔ اور وہاں تین ماہ رہ کر تبلیغ کرے۔ میں سمجھتا ہوں وہ جماعت جو یہ کہتی ہے۔ کہ وہ

جان اور مال کی قربانیاں

کرنے کے لئے ہر طرح تیار ہے۔ اس کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کہ اس میں سے چار سو اصحاب ایسے نکلیں۔ جو اپنی تین تین ماہ کی رخصت اپنے گھروں میں نہ گزاریں۔ بلکہ دوسری جگہ دین کی خدمت میں صرف کریں۔ وہاں بھی وہ اپنے ملازمت کے کام سے آرام پا سکتے ہیں۔ ہاں زیادہ بات یہ ہوگی کہ وہاں ان کے ذریعہ جو جماعت قائم ہوگی۔ اس کے

نیک اعمال

ان کے نامۂ اعمال میں بھی لکھے جائیں گے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کسی کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے اس کے نیک اعمال اس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھے جاتے ہیں۔ جس کے ذریعہ اسے ہدایت ملتی ہے۔ پس اس

سکیم پر عمل کرنے سے

ایسے شاندار نتائج نکل سکتے ہیں۔ جو باقاعدہ مبلغین کے ذریعہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اور ملک کے ہر گوشہ میں

احمدیت کی صدا

گونج سکتی ہے:۔

ایسے اصحاب کا فرض ہوگا۔ کہ جس طرح

ملکانہ تحریک کے وقت

ہوا۔ وہ اپنا خرچ آپ برداشت کریں۔ ہم اس بات کو مدنظر رکھیں گے۔ کہ انہیں اتنی دور بھیجا جائے۔ کہ ان کے لئے

سفر کے اخراجات

برداشت کرنے مشکل ہوں۔ اور اگر کسی کو کسی دور جگہ بھیجا گیا تو کسی قدر بوجھ اخراجاتِ سفر کا سلسلہ برداشت کرے گا۔ اور باقی اخراجات کھانے پینے پہننے کے وہ خود برداشت کریں۔ ان کو کوئی تنخواہ نہ دی جائے گی۔ نہ کوئی کرایہ سوائے اُس کے جسے بہت دُور بھیجا جائے:۔

جماعت احمدیہ سے آٹھواں مطالبہ

آٹھواں مطالبہ وہ ہے۔ جو پہلے شائع ہو چکا ہے یعنی ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو

تین سال کے لئے

اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اس وقت تک سوا سو کے قریب نوجوان اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں۔ جن میں سے ۳۰۔۴۰ مولوی۔ فاضل ہیں۔ باقی انٹرنس۔ ایف۔ اے۔ اور بی۔ اے پاس ہیں۔ یہ تعداد روزانہ بڑھ رہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ یہ

قربانی کی رُوح

کہ تین سال کے لئے دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جائے۔ اسلام اور ایمان کے رُو سے تو کچھ نہیں۔ لیکن

موجودہ زمانہ کی حالت

کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ میں لوگ روپیہ حاصل کرنے کے لئے شامل ہیں۔ اگرچہ ان کی یہ بات بے وقوفی کی ہے۔ کیونکہ اگر احمدی روپیہ کی خاطر احمدی ہیں۔ تو انہیں روپیہ دیتا کون ہے۔ مگر یہ ان کی آنکھیں کھول دینے والی بات ہے۔ کہ جب

احمدی نوجوانوں کو

تین سال کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے کے لئے بُلایا گیا تو مولوی فاضل۔ انٹرنس پاس۔ ایف۔ اے۔ اور بی۔ اے سینکڑوں کی تعداد میں اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ اس قسم کی مثال کسی ایسی قوم میں بھی جو جماعت احمدیہ سے

سینکڑوں گنے زیادہ

ہو۔ ملنی محال ہے۔ وُہی جو یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ وہ آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندے ہیں۔ ایسی مثال تو پیش کریں وہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے

ریاست کشمیر کے خلاف ایجی ٹیشن

کے دوران میں ہزاروں آدمیوں کو قید کرا دیا تھا۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا۔ قید ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دینا اور بات ہے۔ اور کسی مسلسل قربانی کے لئے پیش کرنا اور بات۔ فوری اشتعال دلا کر تو بزدلوں کو بھی لڑایا جا سکتا ہے۔

بدر کی جنگ

میں مکہ کے جو رؤسا شریک ہوئے۔ ان میں اکثر کا یہ خیال ہو گیا تھا۔ کہ جنگ نہ ہو۔ انہوں نے کہا مسلمان بھی ہمارے ہی بھائی بند ہیں۔ اگر جنگ ہوئی۔ تو یہی ہوگا۔ کہ ہم ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سب لوگ تیار ہو گئے۔ کہ صلح کر لیں۔ مگر ابوجہل جو اس

ساری شرارت کا رُوحِ رواں

تھا۔ مخالفت کرنے لگا۔ اور لوگوں نے اسے سمجھایا۔ کہ جنگ کرنے سے ہماری طاقت بڑھے گی نہیں۔ بلکہ گھٹے گی ابوجہل نے اپنا

منصوبہ بگڑتا دیکھ کر

ایک رئیس جو مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عرصہ پہلے مارا گیا تھا اس کے بھائی بندوں میں جوش پیدا کرنا چاہا۔ دوسرے رؤسا نے انہیں بلا کر کہا۔ کہ ہم میں

دیت کا رواج

ہے۔ ہم تمہارے مقتول کی دیت ادا کر دیتے ہیں۔ اس پر وہ دیت لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ تب ابوجہل نے اور شرارت کی۔ اس نے مقتول کے ایک بھائی کو بلا کر کہا۔ کہ تمہارے بھائی کا بدلا لئے بغیر فوج واپس لوٹنا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو تم کسی کو مونہہ نہ دکھا سکو گے۔ اس نے کہا۔ پھر میں کیا کروں۔

عرب میں طریق

تھا۔ کہ جب کوئی اپنی مظلومیت اور مصیبت کی فریاد کرنا چاہتا تو ننگا ہو کر رونا پیٹنا۔ اور واویلا کرنا شروع کر دیتا۔ ابوجہل نے کہا۔ تم ننگے ہو کر پیٹنا شروع کر دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ

ننگا ہو کر رونے پیٹنے لگ گیا

ایسی حالت میں جونہی اُس نے کہا۔ کہ میرا بھائی ایسا بہادر تھا۔ ایسا محسن تھا۔ مگر آج اس کی بے قدری کی جا رہی ہے۔ اور کوئی اس کا

انتقام لینے کے لئے

تیار نہیں۔ تو اہلِ عرب جو احسان کی قدر کرنے میں مشہور تھے۔ انہوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ وہ اسلام کے لئے تو

عظیم الشان فتح کا دن

تھا۔ مگر جنہوں نے لڑائی کرائی۔ ان کے لئے کیسا دن تھا۔ اس دن

کفار کے تمام بڑے بڑے سردار

مارے گئے۔ اور جیسا کہ بائیبل میں پیشگوئی تھی۔ کہ تمام عرب کی شوکت باطل ہو جائے گی۔ مکہ کی وادیوں میں رونے اور پیٹنے کے سوا کوئی شغل نہ رہا۔ کیونکہ ہر خاندان میں سے کوئی نہ کوئی مارا گیا۔ تو فوری طور پر لڑا دینا بالکل معمولی بات ہے۔

اصل میں قربانی

وُہی ہوتی ہے۔ جو لمبے عرصہ کے لئے ہو۔ پس وہ لوگ جو اپنے آپ کو

آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے نمائندے

کہتے ہیں۔ وہ بھی جماعت احمدیہ کی قربانی کے نمونہ کی قربانی پیش نہیں کر سکتے:۔

وہ نوجوان

جنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ ان کے متعلق آگے تجربے سے پتہ لگے گا۔ کہ کس قدر شاندار قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے بعض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایثار اور اخلاص

کا جو اظہار کیا ہے۔ وہ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدر کے موقعہ پر دو انصاری لڑکوں نے یہ کہکر دکھایا تھا۔ کہ ابوجہل کہاں ہے۔ اور جبکہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ابھی اس حیرت میں تھے۔ کہ انہوں نے کیا سوال کیا ہے۔ اور وہ ابوجہل کی طرف انگلی سے اشارہ ہی کرنے پائے تھے۔ کہ دونوں لڑکے کود کر اس پر جا پڑے اور اگرچہ وہ زخمی ہو گئے۔ لیکن انہوں نے ابوجہل کو جا گرایا اور اس کی گردن پر تلوار چلا دی۔ اس کے ارد گرد جو محافظ کھڑے تھے۔ وہ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ بعض نوجوانوں نے ایسے ہی

جوش کا اظہار

کیا ہے۔ وہ دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے اور ہر قسم کی تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ پھر یہ قربانی ایک دو دن کے لئے یا ایک دو ماہ کے لئے نہیں۔ بلکہ مسلسل تین سال کے لئے ہے میں نے بتایا تھا۔ کہ بعض نوجوانوں کو

ہندوستان سے باہر

بھیجا جائے گا۔ اور بعض کو ہندوستان میں ہی دورہ کے لئے بھیجوں گا۔ بعض اور کے ذریعہ سے میں تجربہ کرنا چاہتا ہوں جماعت کے اخلاص کا۔ ان نوجوانوں کے اخلاص کا جو توکل کر کے نکل کھڑے ہوں۔ اور جو اتنی بھی فکر نہ کریں۔ کہ

کل کی روزی

انہیں کہاں سے ملے گی۔ وہ خدا تعالےٰ پر بھروسہ کر کے چلے جائیں اور تبلیغ کرتے پھریں۔ اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ حواری نکلے تھے جنہیں کہا گیا تھا۔ کہ اپنے پاس کچھ مت رکھو اور

کل کی روٹی کی فکر

نہ کرو۔ پھر جہاں سے خدا تعالیٰ انہیں کھلائے کھا لیں۔ اور جہاں سے پلائے پی لیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ہر گاؤں کے لوگوں کے لئے ضروری

ہے۔ کہ جو مہمان آئے تین دن تک اس کی مہمانی کریں۔ پس اگر کسی گاؤں کے لوگ انہیں کھلائیں۔ تو کھا لیں۔ اور اگر نہ کھلائیں تو سمجھیں۔ کہ اس گاؤں والوں نے اپنا حق پورا نہیں کیا۔ اس میں گاؤں والوں کا قصور ہو گا۔ مہمان بننے والوں کا نہیں ہو گا۔

بعض نوجوانوں کو میں اس طرح استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ اور بعض کے لئے اور طریق اختیار کروں گا۔ بہرحال ان کی

آزمائش کی جائے گی

اور دیکھا جائے گا۔ کہ قربانی کے متعلق ان کے دعوے کیسے ہیں میں امید کرتا ہوں۔ ان کے دعوے ایسے نہیں ہونگے جیسا کہ اپنے

بازو پر شیر گدوانے والے کا دعوے

تھا۔ گودنے والے نے جب اس کے بازو پر سوئی ماری تو اس نے کہا کیا گودتے ہو۔ اس نے کہا دایاں کان گودتا ہوں وہ کہنے لگا۔ کیا دائیں کان کے بغیر شیر رہتا ہے یا نہیں۔ گودنے والے نے کہا۔ رہتا ہے۔ اس نے کہا پھر اسے چھوڑ دو آگے چلو۔ اس کے بعد جب اس نے سوئی ماری۔ تو وہ پوچھنے لگا اب کیا گودتے ہو۔ اس نے کہا بایاں کان گودتا ہوں۔ کہنے لگا اگر وہ بھی کٹ جائے۔ تو شیر رہتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا رہتا ہے۔ وہ کہنے لگا اسے بھی چھوڑ دو۔ اسی طرح اس نے ہر ایک عضو پر کہا۔ آخر گودنے والے نے

سوئی رکھ دی

اور کہنے لگا اب کوئی شیر نہیں رہتا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جن نوجوانوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کیا ہے۔ ان کا پیش کرنا اس رنگ کا نہ ہو گا۔ بلکہ

حقیقی رنگ

کا ہو گا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ جو نوجوان میری سکیم کے ماتحت کام پر نہ لگائے جائیں۔ ان میں سے بھی جو بے کار گھروں پر بیٹھے ہیں۔ اور جو باہمت ہیں۔ انہیں خود بخود نکل جانا چاہیئے۔ وہ جائیں اور جہاں سے خدا انہیں دے کھائیں۔ اور ساتھ تبلیغ کرتے رہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جہاں کوئی جائے۔ وہاں سے اسے

تین دن تک

کھانا کھانے کا حق ہے۔ اب یہ اسلامی طریق جاری نہیں۔ ورنہ ہوٹلوں وغیرہ کی ضرورت ہی نہ رہے۔ جہاں کوئی جائے۔ وہاں کے لوگوں کا فرض ہو۔ کہ اسے کھانا دیں۔ اس قسم کا انتظام تو جب خدا تعالےٰ چاہے گا۔ قائم ہو گا۔ اور اسی وقت

حقیقی امن

دنیا کو حاصل ہو گا۔ آج کل تو موجودہ حالات پر ہی قناعت کرنی ہو گی۔ اس موجودہ گری ہوئی حالت میں بھی میں سمجھتا ہوں نبیناً از طبقہ

مہمان نوازی کے فرائض

کو نہیں بھولا۔ اور یہ

آسمانی نقیر

جہاں کہیں جائیں گے۔ اول تو ضرورت نہ ہو گی۔ کہ خود کہیں۔ کہ کھانے کو دو لیکن اگر ضرورت پیش آئے۔ تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ صحابہ نے خود مہمانی مانگی۔ ایک جگہ کچھ صحابہ گئے۔ تو وہاں ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اور آ کر کہنے لگا۔ کہ ایک آدمی کو سانپ نے ڈس لیا۔ اس کا کوئی علاج جانتا ہے۔ ایک صحابی نے کہا میں جانتا ہوں۔ مگر

دس بکریاں

لونگا۔ چنانچہ دس بکریاں لے کر انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اور وہ شخص اچھا ہو گیا۔ بعض ساتھیوں نے اس کے اس فعل پر اعتراض کیا۔ اور

بکریوں کی تقسیم

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے استصواب کر لینے تک ملتوی کی گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور جب معاملہ پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا بالکل جائز ہے۔ بلکہ تم ان بکریوں میں میرا بھی حصہ رکھو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرا بھی حصہ رکھو اس غرض سے تھا۔ کہ ان لوگوں کا شک دور ہو جائے۔ اور آپ کا بکریوں کو جائز قرار دینا میرے نزدیک اس قدر دم کر کے روپیہ لینے کی اجازت کے لئے نہ تھا۔ جسقدر کہ یہ بتانے کے لئے کہ

مہمانی مسافر کا حق ہے

اور اگر کسی جگہ کے لوگ یوں مہمانی نہ دیں۔ تو دوسرے جائز ذرائع سے اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مہمانی طلب کرنا

سوال نہ ہو گا۔ بلکہ حق ہو گا۔ ہماری جماعت یہ حق ادا کرتی ہے سینکڑوں غیر احمدی آتے۔ اور لنگر خانہ سے کھانا کھاتے ہیں ہم نے کبھی کسی کو منع نہیں کیا۔ اور جب ہم ان کو

مہمان نوازی کا حق

دیتے ہیں۔ تو ہمارے آدمی جا کر اگر یہ حق لیں۔ تو یہ ناجائز نہیں ہے۔ پس وہ ہمت اور جوش رکھنے والے نوجوان جو میری سکیم میں آنے سے باقی رہ جائیں۔ وہ اپنے طور پر ایسے علاقوں میں چلے جائیں۔ جہاں احمدیت ابھی تک نہیں پھیلی۔ اور وہاں دورہ کرتے ہوئے تبلیغ کریں۔

چند معمولی دوائیں

ساتھ رکھ کر عام بیماریوں کا جن کے علاج میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا علاج بھی کرتے جائیں۔ ایسا معمولی علاج انہیں سکھایا جا سکتا ہے۔ اور ارزاں ادویہ مہیا کی جا سکتی ہیں۔ یہ مزید ثبوت ہو گا اس بات کا۔ کہ ہمارے نوجوان

دین کے متعلق اپنی ذمہ داریاں

سمجھتے ہیں۔ اور انہیں خود بخود ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس قسم کے لوگ کسی جماعت میں پیدا ہو جائیں۔ تو خواہ وہ کتنی ہی کمزور اور کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ دوسروں کو کھا جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

مومنوں کی جماعت

کو سانپ قرار دیا ہے۔ اصلی سانپ میں یہ عیب ہوتا ہے۔ کہ وہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو کاٹ کھاتا ہے۔ مگر جب ایک سپاہی دشمن پر گولی چلاتا ہے۔ تو اس کے اس فعل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا اس وقت وہ سانپ والا ہی کام نہیں کرتا۔ کرتا ہے۔ مگر بے قصور شخص کے متعلق نہیں۔ بلکہ کھلے دشمن کے متعلق۔ اس لئے قابل قدر سمجھا جاتا ہے۔ پس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مومن کا کام

دشمن کی طاقت کو توڑنا ہے اور اس کے فریب کے جال کو تباہ کرنا۔ مگر اس سے پہلے وہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ جب وہ ایسا کر لیتا ہے۔ تو جو شخص ایسے

مومن کے خلاف

اٹھتا ہے۔ وہ یا تو اس کے زہر سے مارا جاتا ہے۔ یا اس کے تریاق سے بچایا جاتا ہے۔

جماعت احمدیہ سے نواں مطالبہ

نواں مطالبہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو لوگ تین ماہ کے لئے نہیں کیونکہ بعض ایسے ملازم ہوتے ہیں۔ جن کو اس طرح کی چھٹی نہیں ملتی۔ جیسے مدرس ہیں۔ یا جن کی تین ماہ کی رخصت جمع نہیں ہے۔ یا جنہیں ان کا محکمہ تین ماہ کی رخصت نہ دینا چاہیئے۔ ایسے لوگ جو بھی

موسمی چھٹیاں

یا حق کے طور پر ملنے والی چھٹیاں ہوں۔ انہیں وقف کریں ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگا دیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر دوست چھٹیوں کو ہی معقول طریق پر تبلیغ میں صرف کریں۔ تو تھوڑے عرصہ میں

کایا پلٹ

سکتی اور رنگ بدل سکتا ہے۔ ہر عقلمند کو ضرورت اس بات کی ہوتی ہے۔ کہ اپنی طاقت کو صحیح طور پر استعمال کرے اور جب ایسا ہو۔ تو بہت سی چیزیں جو دوسری صورت میں وقت کو ضائع اور طاقت کو کم کرنے والی ہوتی ہیں۔ طاقت کو بڑھا دیتی ہیں۔ اب اگر

ایک ہزار آدمی

اس طرح تبلیغ کے لئے اپنی چھٹیاں دے۔ تو قریباً سو مبلغ ایک وقت میں کام کرنے والے مہیا ہو سکتے ہیں۔ اور اگر چار پانچ سال تک بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔ تو علاوہ مستقل مبلغوں اور ان لوگوں کے جو انفرادی طور پر تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ کیا حالت پیدا کر سکتے ہیں۔ ان میں کھیتی باڑی کرنے والے لوگوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ دین کی تبلیغ کرنے کے لئے کسی مولوی فاضل یا انٹرنس پاس کی ضرورت نہیں۔ یہ شرط تو میں نے ممالک غیر میں بھیجنے والوں کے متعلق لگائی تھی۔ ورنہ بعض پرائمری پاس بھی بہت اچھی لیاقت رکھتے ہیں۔ اور مڈل پاس بھی۔ اور

زمینداروں میں سے

بھی ایف۔ اے۔ انٹرنس۔ مڈل اور پرائمری پاس مل سکتے ہیں۔ اس طرح اگر چار ہزار آدمی بھی کام میں لگ جائیں۔ تو اس کے معنی یہ ہونگے۔ کہ تین سو سے بھی زائد مبلغ ایک وقت میں کام کرنے والے مل گئے۔ اتنے مبلغ اگر پنجاب میں لگا دئے جائیں۔ جو دن رات تبلیغ کے سوا اور کوئی کام نہ کریں۔ تو غور کرو۔ کتنا عظیم الشان کام ہو سکتا ہے۔

اصل سوال

قربانی کے جذبہ اور ارادہ کا ہوتا ہے۔ اور سوائے روپیہ کے جس کام کا ارادہ کریں گے۔ کہ یہ ہونا چاہیئے۔ وہ ہونے لگ ہو جائے گا۔ جس طرح خدا تعالیٰ کن کہتا ہے تو ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے بندوں کو بھی یہ خاصیت دی جاتی ہے۔ اور ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ ہم جو

کن کہنے والے کی جماعت

ہیں۔ ہمارے لئے بھی یہی ہے۔ کہ جس کام کو ہم کہیں ہو جا۔ وہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کئی مخلص بندوں کو یہ رتبہ دیا ہے۔ کہ وہ جب کسی کام کے متعلق کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ کئی دفعہ میرے پاس خط آتے ہیں۔ کہ فلاں مقصد میں

کامیابی کے لئے دعا

کریں۔ میں جواب میں لکھتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کا مقصد پورا کرے۔ مگر لکھا یہ جاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کا مقصد پورا کرے گا۔ پھر خبر آتی ہے۔ کہ

مقصد پورا ہو گیا

کئی دفعہ "کرے گا" کے لفظ کو کاٹنے کو دل کرتا ہے لیکن تجربہ نے مجھے بتا دیا ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے اب میں بہت کم ایسا کرتا ہوں۔ غرض اپنے متعلق الا ماشاء اللہ خدا تعالیٰ کا یہی تصرف دیکھا ہے کہ اسی طرح ہو جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ اس لئے کہتا ہوں کہ لفظی الہام بھی کئی دفعہ ٹل جاتا ہے۔ تو قلبی الہام بھی بدلے ہوئے حالات میں بدل سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے

مومن بندوں کو

بھی یہ طاقت دی جاتی ہے۔ کہ وہ جس بات کو کہیں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت ارادہ کرے۔ کہ تبلیغ کرنی ہے۔ پھر تبلیغ ہونے لگے گی ہم فیصلہ کر لیں۔ کہ ہم مبلغ بن کر رہیں گے۔ تو خدا تعالیٰ مبلغ بننے کی توفیق دیدے گا۔ ہم پختہ ارادہ کر لیں کہ لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کریں گے۔ تو وہ داخل ہونے لگ جائیں گے۔ دیکھو آک کا ٹڈا آک کے پتوں میں رہ کر ایسا ہی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اور تیتری جن پھولوں میں اڑتی پھرتی ہے۔ ان کا رنگ حاصل کر لیتی ہے۔ کیا ہم ٹڈوں اور تیتریوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اور ہمارا خدا (نعوذ باللہ) آک اور پھولوں سے بھی گیا گذرا ہے۔ کہ ٹڈا آک کے پتوں میں رہتا ہے۔ تو ان کا رنگ قبول کر لیتا ہے۔ تیتریاں جن پھولوں میں رہتی ہیں اور ان کا رنگ اخذ کر لیتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے بندے اس کے پاس جائیں۔ اور وہ اس کا رنگ نہ قبول کریں۔ دراصل وہ اپنے دل کی بدظنی ہی ہوتی ہے۔ جو انسان کو ناکام و نامراد رکھتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے۔ انا عند ظن عبدی بی جیسا بندہ ہمارے متعلق گمان کرتا ہے۔ ویسا ہی ہم اس سے سلوک کرتے ہیں۔ وہ جن کے دلوں میں اپنی ہستی کا یقین نہیں ہوتا۔ یا خدا تعالیٰ کے متعلق یقین نہیں ہوتا ان کو کچھ نہیں ملتا۔ لیکن جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں معزز بنایا ہے۔ اور بڑی بڑی طاقتیں عطا کی ہیں۔ اور وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا اور بڑے بڑے انعام دینے والا ہے۔ وہ خالی نہیں رہتے۔ اور اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ لے کر رہتے ہیں وہی خدا کے سچے بندے ہیں ان کا خدا ان سے خوش ہے اور وہ اپنے خدا سے خوش ہیں۔

زمینداروں کے لئے بھی

چھٹی کا وقت

ہوتا ہے۔ انہیں سرکار کی طرف سے چھٹی نہیں ملتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ یعنی ایک موقع آتا ہے۔ جو نہ کوئی فصل بونے کا ہوتا ہے۔ اور نہ کاٹنے کا۔ اس وقت جو تھوڑا بہت کام ہو۔ اسے

بیوی بچوں کے سپرد

کر کے وہ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ ہم ان کی لیاقت کے مطابق اور ان کی طرز کا ہی کام انہیں بتا دینگے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے اعلیٰ نتائج رونما ہونگے۔ مثلاً ان سے پوچھینگے۔ کہ تمہاری کہاں کہاں رشتہ داریاں ہیں اور کہاں کہاں کے رشتہ دار احمدی نہیں۔ پھر انہیں کہیں گے جاؤ ان کے ہاں مہمان ٹھیرو۔ اور ان کو تبلیغ کرو۔ اس پر کچھ خرچ بھی نہ ہوگا کیونکہ رشتہ داریاں قریب قریب ہوتی ہیں۔ یا پھر بہت تھوڑا کرایہ خرچ ہوگا۔ اس طرح وہ ان کے ہاں رہیں اور انہیں تبلیغ کریں۔ اس طرح میں اگر ایک بھی بیج بویا گیا۔ تو آگے وہ خود ترقی کریگا۔ اس طرح

سینکڑوں مبلغ

باقاعدہ طور پر کام کرنے والے مہیا ہو سکتے ہیں۔ زمینداروں سمیت پانچ چھ سو بلکہ ہزار تک مبلغ ایک وقت میں کام کر سکتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ سے دسواں مطالبہ

دسواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ اپنے عہدہ یا کسی علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں۔ یعنی ڈاکٹر ہوں۔ وکلاء ہوں۔ یا اور ایسے معزز کاموں پر یا ملازمتوں پر ہوں۔ جن کو لوگ

عزت کی نگاہ سے

دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں۔ تا کہ مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ اکثر لوگوں پر یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ مولوی آتے ہیں۔ تقریریں کر جاتے ہیں۔ اور

یہ ان کا پیشہ

ہے۔ وہ لوگ ہمارے مولویوں کی قربانیوں کو نہیں دیکھتے۔ اور انہیں

اپنے مولویوں پر قیاس

کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مولویوں اور ہمارے مولویوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہمارے مولوی

حقیقی عالم

ہوتے ہیں۔ اور ان کے مولوی محض جاہل۔ مگر لوگ ظاہری شکل دیکھتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ احمدی مولوی بھی عام مولویوں کی طرح ہی ہیں۔ لیکن تقریر کرنے والا کوئی وکیل۔ کوئی ڈاکٹر یا کوئی اور عہدہ دار ہو۔ تو لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو گا۔ کہ اس جماعت کے سب افراد میں خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں۔

دین سے رغبت اور واقفیت

پائی جاتی ہے۔ اور خواہ ان کے مونہہ سے وہی باتیں نکلیں۔ جو مولوی بیان کرتے ہیں۔ مگر ان کا اثر بہت زیادہ ہو گا۔ ایسے طبقوں کے لوگ ہماری جماعت میں چار پانچ سو سے کم نہیں ہونگے۔ مگر اس وقت دو تین کے سوا باقی

دینی مضامین کی طرف توجہ

نہیں کرتے۔ اس وقت چودھری ظفر اللہ خان صاحب۔ قاضی محمد اسلم صاحب۔ اور ایک دو اور نوجوان ہیں۔ ایک دہلی کے عبد المجید صاحب ہیں۔ جنہوں نے ملازمت کے دوران میں ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ وہ لیکچر بھی اچھا دے سکتے ہیں

سرحد میں

قاضی محمد یوسف صاحب ہیں۔ غرض ساری جماعت میں دس بارہ سے زیادہ ایسے لوگ نہیں ہونگے۔ باقی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے فراغت پائی ہے۔ کیونکہ لیکچر دینے کے لئے مولوی تیار ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ایک تو ان کی اپنی زبانوں کو زنگ لگ رہا ہے۔ پھر دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے مجھے یاد ہے۔ کہ

خواجہ کمال الدین صاحب

کو لیکچر دینے کا شوق تھا۔ اور انہوں نے اس رنگ میں خدمت کی ہے۔ کسی نے ان کے متعلق کہا۔ وہ شہرت چاہتے ہیں۔ اس لئے لیکچر دیتے پھرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اگر وہ شہرت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ تو تم

خدا کے لئے

کیوں اسی طرح نہیں کر سکتے۔ بہر حال ان کو دھن تھی۔ اور وہ لیکچر دینے جایا کرتے تھے۔ میں نے ان کے کئی لیکچر سنے ہیں۔ جب وہ لیکچر دیتے ہوئے اس موقعہ پر آتے۔ کہ خواہ تم حضرت مرزا صاحب کو برا کہو۔ مگر میں عیسائی ہونے لگا تھا مجھے انہوں نے ہی بچایا۔ تو اس طرح لوگوں کے دلوں میں حضرت اقدس علیہ السلام کے متعلق انس پیدا ہو جاتا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قدر بھی کرتے۔ کہ انہوں نے خواجہ صاحب کو عیسائی ہونے سے بچایا۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر

اچھی پوزیشن

رکھنے والا ہر شخص اپنے حالات بیان کرے۔ اور بتائے۔ کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے کس قدر

روحانی ترقی

حاصل ہوئی۔ اور کس طرح اس کی حالت میں انقلاب آیا۔ پھر ڈاکٹر۔ یا وکیل یا بیرسٹر ہو کر

قرآن اور حدیث کے معارف

بیان کرے۔ تو سننے والوں پر اس کا خاص اثر ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہی بیان کی جائے بلکہ ان مسائل کو بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ جو

قبول احمدیت میں روک

بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً فسق و فجور میں لوگوں کا مبتلا ہونا۔ نمازوں سے دوری۔ مذہب سے بے رغبتی وغیرہ۔ ان امور کے متعلق اگر کوئی بیرسٹر یا وکیل یا جج یا ڈاکٹر لیکچر دے۔ تو کئی لوگ ایسے ہونگے۔ جنہوں نے مولویوں کے مونہوں سے ان کے متعلق باتیں سنکر کوئی توجہ نہ کی ہوگی۔ مگر پھر مان لیں گے۔ اس قسم کے لوگ اگر علاوہ اس قربانی کے کہ جس قدر چھٹی مل سکے۔ اس میں تبلیغ کریں۔ اپنے نام دے دیں۔ اور کہہ دیں۔ کہ جہاں موقعہ ہو۔ ان کو بلا لیا جائے۔ تو ان سے

بہت مفید کام

لیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کام زیادہ نہ ہو گا۔ سال میں ایک ایک دو دو لیکچر حصہ میں آئیں گے۔ یہ لوگ اگر

لیکچروں کے لئے معلومات

حاصل کرنے اور نوٹ لکھنے کے لئے قادیان آجائیں۔ تو میں خود ان کو نوٹ لکھا سکتا ہوں یا دوسرے مبلغ لکھا دیا کریں گے۔ اس طرح انکو سہارا بھی دیا جا سکتا ہے۔ شروع شروع میں خواجہ صاحب یہاں سے بہت نوٹ لکھایا کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ انکو مشق ہو گئی جو اصحاب اپنے نام دیں۔ کہ اس رنگ میں تبلیغ کرنے میں حصہ لینگے ہیں ان کے لئے بھی ابھی گنجائش ہے۔ کہ اور زیادہ حصہ لیں۔ اس طرح بھی تبلیغ میں نئی رو پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگر دو تین سو ڈاکٹر وکیل بیرسٹر اور اچھے عہدیدار لیکچر دینے لگیں۔ تو لوگوں کی طبائع میں نیا رنگ پیدا ہو سکتا ہے۔

مولویوں کے لیکچروں کے متعلق

تو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ فلاں ان کا مولوی اور فلاں ہمارا مولوی۔ ان کی آپس میں لڑائی دیکھنی چاہیئے۔ لیکن جب لیکچر دینے والے ڈاکٹر بیرسٹر۔ وکیل یا دوسرے معزز پیشوں اور عہدوں کے لوگ ہوں گے۔ تو لوگ صرف تماشہ دیکھنے کے لئے نہیں۔ بلکہ کچھ حاصل کرنے کے لئے جمع ہوں گے۔ اور بہت سے لوگ

سلسلہ کی طرف رغبت

کرنے لگیں گے۔

پرانے دوستوں میں سے کام کرنے والے ایک میر حامد شاہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ ان کو خواجہ صاحب سے بھی پہلے لیکچر دینے کا جوش تھا۔ اور ان کے ذریعہ بڑا فائدہ پہنچا۔ وہ ایک ذمہ دار عہدہ پر لگے ہوئے تھے۔ باوجود اس کے تبلیغ میں مصروف رہتے اور سیالکوٹ کی دیہاتی جماعت کا بڑا حصہ ان کے ذریعہ احمدی ہوا۔

جماعت احمدیہ سے گیارھواں مطالبہ

گیارھواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ میں نے تحریک کی تھی۔ کہ ۲۵ لاکھ سے ریزرو فنڈ قائم کیا جائے۔ اور اس طرح آمد کی ایسی صورت پیدا کی جائے۔ کہ اس کے ساتھ ہنگامی کام کئے جا سکیں۔ اب ہمارا بجٹ ایسا ہوتا ہے۔ کہ ہم

ہنگامی کام

پر کچھ خرچ نہیں کر سکتے۔ یہی دیکھو اس وقت کتنا بڑا ہنگامہ شروع ہے مگر بعض دفعہ دس بیس روپیہ خرچ کرنے کے لئے بھی کام میں روک پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس طرح

بجٹ کی رقم سے زیادہ

خرچ ہو جائے گا۔ حالانکہ حقیقتاً یہ ہونا چاہیئے۔ کہ دس لاکھ کا بجٹ ہو۔ تو اس میں سے اڑھائی لاکھ مقررہ خرچ کے لئے ہو۔ اور باقی ہنگامی اخراجات کے لئے ہو یعنی جو حملے جماعت پر ہوں۔ ان کے دفعیہ کے لئے خرچ کیا جائے۔ یا خود دوسروں پر جو حملے کئے جائیں۔ ان میں خرچ ہو۔ اب تو بجٹ نپا تلا ہوتا ہے۔ اتنی رقم مبلغین کی تنخواہوں کی۔ اتنی مدرسین کی۔ اتنی وظائف کی۔ اور اتنی لنگر کی۔ اتنی کلرکوں اور اتنی ناظروں کی تنخواہوں کی اور بس مگر ہنگامی خرچ ساڑھے تین لاکھ کے بجٹ میں دس ہزار یا اس سے بھی کم نکلے گا۔ حالانکہ اصل چیز جس سے

جماعت کی ترقی

ہو سکتی ہے ہنگامی کام ہی ہے۔ ہم سارے ملک کی سروے کریں اور دیکھیں۔ کہ کہاں کہاں کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور پھر وہاں زور

اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۹ دسمبر ۳۴ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیں۔ اب تو اگر کوئی موقع نکلے۔ تو بھی اخراجات کی حکومت کی وجہ سے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ پچھلے دنوں

بنگال کے متعلق

معلوم ہوا۔ کہ وہاں ایک پیر صاحب فوت ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں کو کہا تھا۔ کہ امام مہدی آ گئے ہیں۔ ان کی تلاش کرو۔ ہمارے ایک دوست نے ان میں تبلیغ کی۔ اور ان میں سے بعض نے مان لیا۔ لیکن بعض نے کہا۔ کہ ہم میٹنگ کر کے سب کے سب اکٹھے فیصلہ کریں گے۔ میں نے ایک مبلغ کو مقرر کیا۔ کہ ان لوگوں سے جا کر ملے۔ اور انہیں فیصلہ کرنے میں مدد دے۔ مگر تین چار ماہ کے بعد دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مبلغ جا کر شہر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور جن علاقوں میں وہ لوگ ہیں۔ وہاں نہیں جا سکا۔ کیونکہ دعوت و تبلیغ کا محکمہ

سفرخرچ کا انتظام

نہیں کر سکا۔ اور اس طرح بیس تیس ہزار آدمی کی ہدایت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ کیونکہ اس عرصہ میں مخالفت اس علاقہ میں تیز ہو گئی۔ اور وہ لوگ ڈر گئے۔ تو کئی ایسے مواقع ہوتے ہیں کہ ہنگامی خرچ کرنے سے بہت بڑی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ یا جماعت کے اثر اور وقار میں بہت بڑا اضافہ ہو سکتا ہے۔ مگر اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس قدر آمد ہوتی ہے۔ مقررہ اخراجات پر ہی صرف ہو جاتی ہے۔ دراصل

خلیفہ کا کام

نئے سے نئے حملے کرنا اور اسلام کی اشاعت کے لئے نئے سے نئے رستے کھولنا ہے۔ مگر اس کے لئے بجٹ ہوتا ہی نہیں سارا بجٹ انتظامی امور کے لئے یعنی صدر انجمن کے لئے ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ سلسلہ کی ترقی افتادی ہو رہی ہے۔ اور کوئی نیا رستہ نہیں نکلتا۔ ہم کوئی نئی کوشش نہیں کر سکتے۔ اسی لئے میں نے اس وقت کہا تھا۔ کہ دس سال کے اندر اندر ایسے تغیرات ہونے والے ہیں۔ کہ

ہندوستان کی حالت

بدل جائے گی۔ اور اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ بالشویزم ہندو اور مسلمانوں میں پھیل رہی ہے۔ اور یہ

دجالیت کا فتنہ

کہیں احراریوں کی شکل میں۔ کہیں کسان سبھا کی صورت میں اور کہیں سوشلزم کے نام کے نیچے کام کر رہا ہے۔ یہ سب ایک ہی روسی بالشویک کی شاخیں ہیں۔ خواہ براہ راست ان کے اثر کے نیچے۔ خواہ ان کے خیالات سے کلی یا جزئی طور پر متاثر ہو کر بولشویزم کی غرض

مذہب کو باطل کرنا

ہے۔ ان تحریکوں کا اثر بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ مذہب کے خلاف پڑتا ہے۔ بظاہر ان شاخوں میں کام کرنے والے بعض افراد مذہب کی تائید کرتے ہیں۔ مگر حقیقت میں ان کی تحریکوں کا مذہب سے تعلق نہیں۔ بلکہ مجموعی اثرات کے خلاف ہی پڑتا ہے۔

صوبہ سرحد کے سرخپوشوں کو دیکھو

کتنا اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن جب موقعہ آیا۔ تو کانگرس کے ساتھ مل گئے۔ پس ان لوگوں کا دعوے نہیں دیکھنا چاہئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ جا کدھر رہے ہیں۔ یہ ہو ہی کسطرح سکتا ہے۔ کہ ایک اسلام کی خیر خواہ اور اسلام کی محافظ جماعت ہو۔ اور آریہ عیسائی وغیرہ اس کی مدد کریں۔ یہی دیکھو تو یہاں کے آریوں نے احراریوں کو جلسہ کرنے کے لئے جگہ دی۔ ہندو افسر احراریوں کی ہمارے خلاف مدد کرتے رہے۔ اگر ہم اسلام کو تباہ کرنے والے اور مسلمانوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے والے ہیں۔ تو چاہئے تھا۔ کہ غیر مسلم دوڑ کر ہمارے پاس آتے۔ اور کہتے ہم تمہاری مدد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ مگر ہوتا کیا ہے۔ یہ کہ ہماری بجائے

احراریوں کی مدد

کی جاتی ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ تھی۔ کہ بعض افسر تنخواہ تو گورنمنٹ سے پاتے تھے۔ مگر مدد احراریوں کی کر رہے تھے۔ دراصل وہ حرام خوری کر رہے تھے۔ کہ حکومت سے تنخواہیں لے کر حکومت ہی کی جڑیں کاٹ رہے تھے۔ اور اس کے دشمنوں کی مدد کر رہے تھے غرض اس قسم کی تحریکیں پیدا ہو رہی ہیں۔ جو جلد سے جلد

موجودہ نظام دنیا

میں تغیر پیدا کر رہی ہیں۔ ایسا تغیر جو اسلام کیلئے سخت مضر ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آج سے دس سال قبل میں نے

ریزرو فنڈ

قائم کرنے کے لئے کہا تھا۔ تاکہ اس کی آمد سے ہم ہنگامی کام کر سکیں۔ مگر افسوس جماعت نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا۔ اور صرف ۲۰ ہزار کی رقم جمع کی۔ اس میں سے کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ نے ایک جائداد کی خرید پر لگا دی۔ اور کچھ رقم کشمیر کے کام کے لئے قرض لے لی گئی۔ اور بہت تھوڑی سی رقم باقی رہ گئی۔ یہ رقم اس قدر قلیل تھی۔ کہ اس پر کسی ریزرو فنڈ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ ہنگامی کاموں کے لئے تو بہت بڑی رقم ہونی چاہیئے۔ جس کی معقول آمدنی ہو۔ پھر اس آمدنی میں سے ہنگامی اخراجات کرنے کے بعد جو کچھ بچے۔ اس کو اسی فنڈ کی مضبوطی کے لئے لگا دیا جائے تاکہ جب ضرورت ہو۔ اس سے کام لیا جا سکے۔ دوستوں نے اس کے متعلق بڑے بڑے وعدے کئے۔ ایک صاحب نے کہا میرے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع کرنا بھی مشکل نہیں۔ مگر افسوس وعدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ جن صاحب نے

ایک لاکھ کا وعدہ

کیا تھا۔ وہ ایک سو بھی مہیا نہ کر سکے۔ سب سے زیادہ حصہ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے لیا تھا۔ انہوں نے دو تین ہزار کے قریب رقم دی تھی۔ باقی لوگوں نے تھوڑی تھوڑی رقم دی۔ اور پھر خاموش ہو گئے۔ اور پانچ چھ سال سے اس میں کوئی آمد نہیں ہوئی۔ میں اب پھر جماعت کو اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اس رقم کا جمع کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میاں احمد دین صاحب زرگر کشمیر فنڈ کے لئے پھرتے رہتے ہیں۔ کئی لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنا خرچ لیتے ہیں۔ بے شک ان کو خرچ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ کام کرنے والے کو خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ جہاں کے متعلق مقامی لوگ کہتے ہیں۔ کہ کچھ نہیں مل سکتا۔ وہاں سے بھی وہ سینکڑوں روپے

کشمیر ریلیف فنڈ

میں جمع کر لیتے ہیں۔ اور پھر لوگ لکھتے ہیں۔ کہ انکو وصول کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ وصول کرنے کے لئے ڈھنگ کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ ملتا نہیں۔ اگر ایک ہزار آدمی بھی اس بات کا تہیہ کر لے۔ کہ ریزرو فنڈ جمع کرنا ہے۔ اور ہر ایک کی رقم دو سو بھی رکھ لی جائے۔ تو بہت بڑی رقم ہر سال جمع ہو سکتی ہے۔ اور پھر اس کی آمد سے ہنگامی کام بآسانی کئے جاسکتے ہیں۔ اور جب کوئی ہنگامی کام نہ ہو۔ تو آمد بھی اصل رقم میں ملائی جا سکتی ہے۔ جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک ہنگامی کاموں کے لئے بہت بڑی رقم خلیفہ کے ماتحت نہ ہو کبھی ایسے کام جو سلسلہ کی وسعت اور عظمت کو قائم کریں نہیں ہو سکتے

جماعت احمدیہ سے بارھواں مطالبہ

بارھواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ جب یہ کام کئے جائیں گے۔ تو مرکز میں کام بڑھیگا۔ کئی باہر کے لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ یہاں کارکنوں کو کم کام کرنا پڑتا ہے۔ ان سے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ خود یہاں آکر کام کرو۔ اور جب کوئی آکر کام کرتا ہے۔ تو پھر کہتا ہے۔ یہاں تو بڑا کام کرنا پڑتا ہے۔ کل ہی خانصاحب فرزند علی صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے۔ کہ جتنا کام نظارت امور عامہ کا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے اپنی ملازمت کے ۱۵ (یا بیس سال کہا) آخری سالوں میں اتنا زیادہ کام نہیں کیا۔ تو کام تو یہاں ہے۔ اور

بہت بڑا کام ہے

میں صبح اپنے دفتر میں آکر کام شروع کرتا ہوں۔ رقعے اور ڈاک اور دفتر کے کاغذات دیکھتا ہوں۔ پھر ملاقات کرنے والوں سے ملاقات کرتا ہوں۔ اسی میں دفتر کے اوقات کے چھ سات گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں اور کسی کام کے لئے کوئی وقت نہیں بچتا۔ پھر لوگ امید رکھتے ہیں۔ کہ میں سکیمیں پیش کروں۔ انکی نگرانی کروں۔ تقاریر کروں۔ اور تصانیف بھی کروں۔ اس میں کیا شبہ نہیں۔ کہ

خلیفہ ایک ہی ہو سکتا ہے

ناظروں کی طرح زیادہ خلیفے نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر خلیفہ کے ماتحت زیادہ کام کرنے والے ہوں۔ تو اس تک کم معاملات پھر بھی آئیں گے۔ لیکن وہ

کام کرنے کے گر

بتائیگا۔ اور کام دوسرے کریں گے۔ موجودہ حالات میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کام چل ہی نہیں سکتا۔ جب تک زائد آدمی کام کرنے والے نہ ہوں۔ مگر بجٹ پہلے ہی پورا نہیں ہوتا۔ تو اور آدمی کس طرح رکھے جا سکتے ہیں۔ اس لئے میں تحریک کرتا ہوں۔ کہ وہ پیروں آدمی جو پنشن لیتے ہیں۔ اور گھروں میں بیٹھے ہیں۔ خدا نے ان کو موقع دیا ہے۔ کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں۔ اور

بڑی سرکار کا کام

کریں یعنی دین کی خدمت کریں۔ اس سے اچھی بات ان کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے بیسیوں ایسے لوگ ہیں۔ جو پنشن لیتے ہیں۔ اور جنہیں اپنے گھروں میں کوئی کام نہیں ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں تا ان سکیموں کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے یا جو مناسب ہوں۔ انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے۔ ورنہ اگر نگرانی کا انتظام نہ کیا گیا۔ تو عملی رنگ میں نتیجہ اچھا نہ نکل سکیگا۔

جماعت احمدیہ سے تیرھواں مطالبہ

تیرھواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں۔ جس میں چاہیں تعلیم کے لئے بھیجیں میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہمارے مرکزی سکولوں میں باہر کے دوست کم بچے بھیج رہے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ باہر سکول بہت کھل گئے ہیں۔ دوسرے پہلے باہر تنگی جماعتیں نہ تھیں۔ جتنی اب ہیں۔ اب احمدیوں کے بچے باہر اکٹھے ان سکولوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور انہیں اس قدر تکلیف نہیں ہوتی۔ جتنی پہلے ہوتی تھی لیکن اس طرح ہماری جماعت کے بچوں کی تربیت ایسی نہیں ہوتی۔ جیسی کہ ہم چاہتے ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ یہاں پڑھنے والے لڑکوں میں سے بعض جن کی پوری طرح اصلاح نہ ہوئی۔ وہ بھی الا ماشاء اللہ جب قربانی کا موقع آیا تو یکدم دین کی خدمت کی طرف لوٹے اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ یہ ان کی

قادیان کی رہائش

کا ہی اثر ہوتا ہے۔ ایک لڑکے کو میں نے آوارگی کی وجہ سے قادیان سے کئی بار نکلوایا لیکن جب وہ اپنے وطن میں گیا۔ اور اس علاقہ کے لوگ جب آئیں۔ تو یہی کہیں کہ وہ خدمت دین کے جوش اور شوق کی وجہ سے ہمارے لئے نمونہ ہے اسے سل کی بیماری ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ اسے خون آنے لگ گیا۔ مگر باوجود ایسی حالت کے تبلیغ میں سرگرمی سے مصروف رہتا۔ اور لوگ کہتے۔ اس کا نمونہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ غرض قادیان میں پرورش پانے والے بچوں میں ایسا بیج بویا جاتا ہے۔ اور سلسلہ کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں ہو جاتی ہے۔ کہ خواہ ان میں سے کسی کی حالت کیسی ہی ہو۔ جب

دین کی خدمت کیلئے آواز

اٹھتی ہے۔ تو ان کے اندر سے لبیک کی صدا پیدا ہو جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن اس وقت میں ایک خاص مقصد سے یہ تحریک کر رہا ہوں۔ ایسے لوگ اپنے بچوں کو پیش کریں۔ جو اس بات کا اختیار دیں۔ کہ ان بچوں کو ایک خاص رنگ اور خاص طرز میں رکھا جائے اور دینی تربیت پر زور دینے کے لئے ہم جس رنگ میں ان کو رکھنا چاہیں۔ رکھ سکیں۔ اس کے ماتحت جو دوست اپنے لڑکے پیش کرنا چاہیں۔ کریں۔ ان کے متعلق میں ناظر صاحب تعلیم و تربیت سے کہونگا۔ کہ انہیں تہجد پڑھانے کا خاص انتظام کریں۔ قرآن کریم کے درس اور مذہبی تربیت کا پورا انتظام کیا جائے۔ اور ان پر ایسا گہرا اثر ڈالا جائے۔ کہ اگر ان کی ظاہری تعلیم کو نقصان بھی پہنچ جائے۔ تو اس کی پروا نہ کی جائے۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان کی ظاہری تعلیم کو ضرور نقصان پہنچے۔ اور نہ بظاہر اس کا امکان ہے لیکن دینی ضرورت پر زور دینے کی غرض سے میں کہتا ہوں کہ اگر ان کی دینی تعلیم و تربیت پر وقت خرچ کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچ بھی جائے۔ تو اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ اس طرح ان کے لئے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے۔ جو ان میں نئی زندگی کی روح پیدا کرنے والا ہو

جماعت احمدیہ سے چودھواں مطالبہ

چودھواں مطالبہ یہ ہے کہ بعض صاحب حیثیت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں۔ ان سے میں کہونگا۔ کہ بجائے اس کے کہ بچوں کے منشا اور خواہش کے مطابق ان کے متعلق فیصلہ کریں۔ یا خود یا اپنے دوستوں کے مشورہ سے فیصلہ کریں وہ اپنے لڑکوں کے مستقبل کو سلسلہ کے پیش کر دیں اس کے لئے

ایک کمیٹی

بنا دی جائیگی۔ اس کے سپرد ایسے لڑکوں کے مستقبل کا فیصلہ کر دیا جائے۔ وہ کمیٹی ہر ایک لڑکے کے متعلق جو فیصلہ کرے۔ اس کی پابندی کی جائے۔ اب یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک لڑکا آئی۔ سی۔ ایس کی تیاری کرتا ہے۔ تو سب اسی طرف چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ سارے کے سارے پاس بھی ہو جائیں۔ تو اتنی جگہیں کہاں سے نکل سکتی ہیں جو سب کو مل جائیں۔ لیکن اگر لڑکوں کو علیحدہ علیحدہ کاموں کے لئے منتخب کیا جائے۔ اور ان کے لئے تیاری کرائی جائے۔ تو پھر انہیں ملازمتیں حاصل کرنے میں بھی کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور

سلسلہ کی ضرورتیں

بھی پوری ہو سکتی ہیں۔ موجودہ حالات میں ہم احمدی اعلیٰ عہدوں کی تلاش کرتے ہیں وہ کسی

نظام کے ماتحت

نہیں کرتے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بعض صیغوں میں احمدی زیادہ ہو گئے ہیں اور بعض بالکل خالی ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم ایک نظام کے ماتحت ہو۔ اور اس کے لئے ایک ایسی کمیٹی مقرر کر دی جائے۔ کہ جو لوگ اعلیٰ تعلیم دلانا چاہیں۔ وہ لڑکوں کے نام اس کمیٹی کے سامنے پیش کر دیں۔ پھر وہ کمیٹی لڑکوں کی حیثیت۔ ان کی قابلیت اور ان کے رجحان کو دیکھکر فیصلہ کرے۔ کہ فلاں کو پولیس کے محکمہ کیلئے تیار کیا جائے۔ فلاں کو انجینئرنگ کی تعلیم دلائی جائے۔ فلاں کو بجلی کے محکمہ میں کام سیکھنے کے لئے بھیجا جائے۔ فلاں ڈاکٹری میں جائے فلاں ریلوے میں جائے وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان کے لئے الگ الگ کام مقرر کریں۔ تاکہ کوئی صیغہ ایسا نہ رہے۔ جس میں

احمدیوں کا کافی دخل

نہ ہو جائے۔ اب صرف تین یا چار صیغوں میں احمدیوں کا دخل ہے اور باقی خالی پڑے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس بارے میں معمولی سا نظام قائم کرنے سے سلسلہ کو بہت بڑی طاقت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور وہ لڑکے جن کی زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں بچ سکتے ہیں۔ اور کئی نوجوان جو اچھے اور اعلیٰ درجہ کے کام نہیں کر رہے۔ کرنے لگ جائینگے۔ اور کئی محکموں میں ترقی کا رستہ نکل آئیگا۔ اگر ایسے سو آدمی بھی اپنے لڑکوں کو پیش کر دیں اور کمیٹی ان لڑکوں کے متعلق فیصلہ کرے۔ تو اس کا نتیجہ بہت اچھا نکل سکتا ہے۔ دوسرے صوبوں میں یہ کمیٹی اپنی ماتحت انجمنیں قائم کرے۔ جو اپنے رسوخ اور کوشش سے نوجوانوں کو کامیاب بنائیں اس کام کے لئے جو کمیٹی میں نے مقرر کی ہیں۔ اور جس کا کام ہوگا۔ کہ اس بارے میں تحریک بھی کرے اور اس کام کو جاری کرے۔ اس کے

فی الحال تین ممبر

ہونگے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) چودھری ظفر اللہ خان صاحب (۲) خان صاحب فرزند علی صاحب (۳) میاں بشیر احمد صاحب۔ یہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ اور کام کو جاری کرنے کی ممکن تدابیر عمل میں لائیں۔

جماعت احمدیہ سے پندرھواں مطالبہ

پندرھواں مطالبہ۔ جو جماعت سے بلکہ نوجوانان جماعت سے ہے کہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے بہت سے نوجوان بیکار ہیں۔ میں ایک مثال دے چکا ہوں کہ ایک نوجوان میری تحریک پر ولایت چلے گئے۔ اور وہاں کام سیکھ کر آ گئے۔ اب وہ انگلش وئیر ہوس لاہور میں اچھی تنخواہ پر ملازم ہیں۔ وہ جب گئے۔ تو جہاز پر کوئلہ ڈالنے والوں میں بھرتی ہو گئے۔ ولایت جا کر انہوں نے کٹر کا کام سیکھا۔ اور اب اچھی ملازمت کر رہے ہیں۔ وہ نوجوان جو گھروں میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں۔ اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے وطن چھوڑیں۔ اور نکل جائیں۔ جہاں تک دوسرے ممالک کا تعلق ہے۔ اگر وہ اپنے لئے صحیح انتخاب کر لیں۔ تو

۹۹ فیصدی کامیابی کی امید

ہے۔ کوئی امریکہ چلا جائے۔ کوئی جرمنی چلا جائے۔ کوئی فرانس چلا جائے۔ کوئی انگلستان چلا جائے۔ کوئی اٹلی چلا جائے۔ کوئی افریقہ چلا جائے۔ غرض کہیں نہ کہیں چلا جائے۔ اور جا کر

قسمت آزمائی

کرے۔ وہ کیوں گھروں میں بیکار پڑے ہیں۔ باہر نکلیں۔ اور کمائیں۔ پھر خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں جو زیادہ دور نہ جانا چاہیں۔ وہ ہندوستان میں ہی اپنی جگہ بدل لیں۔ مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ بعض نوجوان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماں باپ کو اطلاع دیئے بغیر

گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔ یہ بہت بری بات ہے۔ جو جانا چاہیں اطلاع دیکر جائیں۔ اور اپنی خیر و عافیت کی اطلاع دیتے رہیں۔ مدراس کے، بمبئی کے علاقہ میں چلے جائیں۔ بمبئی کے بہار میں۔ پنجاب کے بنگال میں۔ غرض کسی نہ کسی دوسرے علاقہ میں چلے جائیں۔ رنگون کلکتہ بمبئی وغیرہ شہروں میں پھیری سے ہی وہ کچھ نہ کچھ کما سکتے ہیں۔ اور ماں باپ کو مقروض ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ناکامی ہو۔ تو کیا ناکامی اپنے وطن میں رہنے والوں کو نہیں ہوتی۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ باہر نکل کر جدوجہد نہ کریں۔ اور سلسلہ کے لئے مفید وجود نہ بنیں۔ اور بے کار گھروں میں پڑے رہیں۔

جماعت احمدیہ سے سولھواں مطالبہ

سولھواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ میں نے دیکھا ہے اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ذلت نہیں۔ بلکہ عزت کی بات ہے۔ ذلت کے معنی تو یہ ہوئے۔ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بعض کام ذلت کا موجب ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو ہمارا کیا حق ہے۔ کہ اپنے کسی بھائی سے کہیں۔ کہ وہ فلاں کام کرے۔ جسے ہم کرنا ذلت سمجھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

چاہیئے۔ امراء تو اپنے گھروں میں کوئی چیز ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھنا بھی عار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے بیسیوں دفعہ برتن مانجتے اور دھوتے دیکھا ہے۔ اور میں نے خود بیسیوں دفعہ برتن مانجے اور دھوئے ہیں۔ اور کئی دفعہ رومال وغیرہ کی قسم کے کپڑے بھی دھوئے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک ملازم کو پاؤں دبانے کے لئے بلایا۔ وہ مجھے دبا رہا تھا کہ کھانے کا وقت ہو گیا۔ لڑکا کھانے کا پوچھنے آیا۔ تو میں نے کہا دو آدمیوں کا کھانا لے آؤ۔ کھانا آنے پر میں نے اس ملازم کو ساتھ بٹھا لیا۔ لڑکا یہ دیکھ کر دوڑا دوڑا گھر میں گیا۔ اور جا کر قہقہہ مار کر کہنے لگا۔ حضرت صاحب فلاں ملازم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔ اسلامی طریق یہی ہے۔ اور میں سفر میں بھی طریق رکھتا ہوں۔ کہ ساتھ والے آدمیوں کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیتا ہوں۔ جو میں نے دیکھا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ

میں بعض خوبیاں نہایت نمایاں تھیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اسی مسجد میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے میں چھوٹا سا تھا۔ سات آٹھ سال کی عمر ہوگی۔ ہم باہر کھیل رہے تھے۔ کہ کوئی ہمارے گھر سے نکل کر کسی کو آواز دے رہا تھا۔ کہ فلانے مینہ آگیا ہے۔ اوپلے بھیگ جائیں گے۔ جلدی آؤ اور ان کو اندر ڈالو۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ درس دیکر ادھر سے جا رہے تھے۔ انہوں نے اس آدمی سے کہا کیا شور مچا رہے ہو۔ اس نے کہا کوئی آدمی نہیں ملتا جو اوپلے اندر ڈالے۔ آپ نے فرمایا۔ تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے۔ یہ کہہ کر آپ نے ٹوکری لے لی۔ اور اس میں اوپلے ڈالکر اندر لے گئے۔ آپ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور جھٹ پٹ اوپلے اندر ڈال دیئے گئے۔ اسی طرح اس مسجد کا ایک حصہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے بنوایا تھا۔ ایک کام میں نے بھی اسی قسم کا کیا تھا۔ مگر اس پر بہت عرصہ گذر گیا ہے۔

میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے لئے کئی بار کہا ہے۔ مگر توجہ نہیں کرتے۔ کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ اور یہ احساس مٹا دیں۔ کہ

فلاں آقا ہے اور فلاں مزدور

اگر ہم اس لئے آقا بنتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ تو یہ بھی ظاہر کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم آقا بنیں۔ اور جب کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسے آقا بننے کا حق ہے۔ تو وہ مومن نہیں رہتا۔ کئی لوگ ترقی کرنے سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے فلاں کام کیا۔ اور نہ کر سکے۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ بعض مبلغ خود چودہری بنکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دوسروں کو مباحثہ میں آگے کر دیتے ہیں۔ تا کہ وہ ہار نہ جائیں۔ مجھے یہ سنکر افسوس ہوا۔ کہ ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے کہا۔ ہمارے پاس اب صرف دو مبلغ مناظرے کرنے والے ہیں۔ مگر اس کی ذمہ واری ناظر صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ انہیں دو مبلغ ہوشیار نظر آئے۔ انہی کو انہوں نے مناظروں کے لئے رکھ لیا۔ حالانکہ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ سب سے یہ کام لیتے۔ اور اس طرح زیادہ مبلغ مباحثات کرنے والے پیدا ہو جاتے۔ کیونکہ کام کرنے سے کام کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگ دراصل کام کرنے سے جی چراتے ہیں۔ مگر ظاہر یہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس کام کے کرنے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔

پس ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنے کا جو مطالبہ کر رہا ہوں۔ اسکے لئے

پہلے قادیان والوں کو

لیتا ہوں۔ یہاں کے احمدی محلوں میں جو اونچے نیچے گڑھے پائے جاتے ہیں۔ گلیاں صاف نہیں۔ نالیاں گندی رہتی ہیں۔ بلکہ بعض جگہ نالیاں موجود ہی نہیں۔ ان کا انتظام کریں۔ وہ جو اوورسیر ہیں۔ وہ سروے کریں۔ اور جہاں جہاں گندہ پانی جمع رہتا ہے۔ اور جو ارد گرد بسنے والے دس بیس کو بیمار کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اسے نکالنے کی کوشش کریں۔ اور ایک ایک دن مقرر کر کے سب مل کر محلوں کو درست کر لیں۔ اسی طرح جب کوئی سلسلہ کا کام ہو۔ مثلاً لنگر خانہ یا مہمان خانہ کی کوئی اصلاح مطلوب ہو۔ تو بجائے مزدور لگانے کے خود لگیں۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے ثواب حاصل کریں۔ ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ جب قرآن پڑھتے۔ تو حروف پر انگلی بھی پھیرتے جاتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو کہنے لگے قرآن کے حروف آنکھ سے دیکھتا ہوں۔ اور زبان سے پڑھتا ہوں۔ اور انگلی کو بھی ثواب میں شریک کرنے کے لئے پھیرتا جاتا ہوں۔

پس جتنے عضو بھی ثواب کے کام میں شریک ہو سکیں۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ اور اسکے علاوہ

مشقت کی عادت

ہوگی۔ اب اگر کسی کو ہاتھ سے کام کرنے کے لئے کہو۔ اور وہ کام کرنا شروع بھی کر دے۔ تو کھسیانا ہو کر مسکراتا جائے گا۔ لیکن اگر سب کو اسی طرح کام کرنے کی عادت ہو۔ تو پھر کوئی عار نہ سمجھے گا۔

یہ تحریک میں قادیان سے پہلے شروع کرنا چاہتا ہوں۔ اور باہر گاؤں کی احمدیہ جماعتوں کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی مساجد کی صفائی اور لپائی وغیرہ خود کیا کریں۔ اور اسطرح ثابت کریں۔ کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا وہ عار نہیں سمجھتے۔ شغل کے طور پر لوہار نجار اور معمار کے کام بھی مفید ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خندق کھودتے ہوئے آپ نے پتھر توڑے۔ اور مٹی ڈھوئی۔ صحابہ کے متعلق آتا ہے۔ کہ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو پسینہ آیا بعض نے برکت کے لئے اسے پونچھ لیا۔ یہ تربیت۔ ثواب اور رعب کے لحاظ سے بھی بہت مفید چیز ہے۔ جو لوگ یہ دیکھیں گے۔ کہ انکے بڑے بڑے بھی مٹی ڈھونا اور مشقت کے کام کرنا عار نہیں سمجھتے۔ ان پر خاص اثر ہوگا

بدر کے موقع پر

جب کفار نے ایک شخص کو مسلمانوں کی جمعیت دیکھنے کے لئے بھیجا۔ تو اس نے آکر کہا۔ آدمی تو تھوڑے ہی ہیں۔ لیکن موت نظر آتے ہیں۔ وہ یا تو خود مر جائیں گے۔ یا ہمیں مار ڈالیں گے۔ اسی وجہ سے انہوں نے لڑائی سے باز رہنے کی کوشش کی۔ جسکا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی مخالفین جب یہ دیکھیں گے۔ کہ یہ ہر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور کسی کام کے کرنے میں عار نہیں سمجھتے۔ تو سمجھیں گے کہ ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔

جماعت احمدیہ سے سترھواں مطالبہ

سترھواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ بیکار ہیں۔ وہ بیکار نہ رہیں۔ اگر وہ اپنے وطنوں سے باہر نہیں جاتے۔ تو چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی انہیں مل سکے وہ کریں۔ اخبار ہیں اور کتابیں ہی بیچنے لگ جائیں۔ دیزر وفنڈ کے لئے روپیہ جمع کرنیکا کام شروع کر دیں۔ غرض کوئی شخص بیکار نہ رہے۔ خواہ اسے مہینہ میں دو روپے کی ہی آمدنی ہو۔ کیونکہ وہ بہر حال صفر سے زیادہ ہیں۔ بعض بی۔ اے کہتے ہیں۔ ہم بیکار ہیں۔ ہمیں کوئی کام نہیں ملتا۔ میں انہیں کہتا ہوں۔ دو روپے بھی اگر وہ کما سکیں۔ تو کمائیں۔ میں نے جسقدر حساب پڑھا ہے۔ اس سے مجھے یہی معلوم ہوا ہے۔ کہ دو روپے صفر سے زیادہ ہوتے ہیں۔ غرض کوئی احمدی نکما نہ رہے۔ اسے ضرور کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہیئے۔

جماعت احمدیہ سے اٹھارھواں مطالبہ

اٹھارھواں مطالبہ باہر کے دوستوں سے میں یہ کرتا ہوں۔ کہ قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگ مکان بنا چکے ہیں۔ مگر ابھی بہت گنجائش ہے۔ جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی۔ ہمارا مرکز ترقی کرے گا۔ اور غیر عنصر کم ہوتا جائیگا۔ غیر عنصر کو کم کرنے کے دو ہی طریق ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ اور یہ ہمارے اختیار میں نہیں۔ یا یہ کہ ہماری آبادی بڑھنے سے ان کی آبادی کی نسبت کم ہو جائے۔ اور یہ ہمارے اختیار کی بات ہے۔ جب ہم اپنے آپکو بڑھاتے جائیں گے۔ تو غیر عنصر خود بخود کم ہوتا جائے گا۔ ہاں یاد رکھو۔ کہ قادیان کو خدا تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کا مرکز قرار دیا ہے۔ اس لئے اس کی آبادی انہی لائنوں پر چلنی چاہیئے۔ جو سلسلہ کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اس موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری تاکید ہے کہ قادیان بھینی اور ننگل کے سوا سر دست اور کسی گاؤں سے آبادی کے لئے زمین نہ خریدی جائے۔ ابھی ہمارے بڑھنے کے لئے بھینی اور ننگل کی طرف کافی گنجائش ہے۔ ننگل کے لوگ خوشحال ہیں۔ اور زمین فروخت نہیں کرتے۔ ان کی اس حالت کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھ کر ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ بعض دوست اپنی زمین بیچتے رہتے ہیں مگر اس لئے نہیں۔ کہ وہ اپنی زمین زیادہ قیمت پر بیچ کر اور جائداد پیدا کرتے ہیں بلکہ غربت کی وجہ سے بیچتے ہیں۔ اس بات کا ہمیں افسوس ہے۔ کاش وہ پہلی زمینیں فروخت کر کے فروخت کردہ زمین سے زیادہ زمین دوسرے گاؤں میں خریدتے۔ تو ہمارے لئے دوہری خوشی کا موجب ہوتا۔

یہ مطالبات ہیں۔ جو میں جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک لمبے غور اور فکر کے بعد تجویز کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں۔ جو سلسلہ کی ترقی میں ممد نہ ہو۔ ان میں سے ہر ایک بیج ہے۔ ایسا بیج جو بڑی ترقی پانے والا اور بہت بڑا درخت بننے والا اور دشمنوں کو زیر کرنے والا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نظر انداز کرنے والی نہیں۔ اور ایک بھی ایسی نہیں۔ کہ اس کے بغیر ہماری ترقی کی عمارت مکمل ہو سکے۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں سے کہتا ہوں۔ کہ جس جس سے ہو سکے۔ ان میں حصہ لے۔ اور اس طرح سلسلہ کی ترقی کے وقت کو قریب لانے اور خدا تعالےٰ سے اجر حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ایک اور چیز باقی رہ گئی ہے۔ جو سب کے متعلق ہے۔ گو غرباء اس میں زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔ دنیاوی سامان خواہ کس قدر لے کئے جائیں۔ آخر دنیاوی سامان ہی ہیں۔ اور 19

ہماری ترقی کا انحصار

ان پر نہیں۔ بلکہ ہماری ترقی خدائی سامان کے ذریعہ ہو گی۔ اور یہ خانہ اگرچہ سب سے اہم ہے۔ مگر اسے میں نے آخر میں رکھا۔ اور وہ دعا کا خانہ ہے۔ وہ لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہو سکیں۔ اور ان کے مطابق کام نہ کر سکیں۔ وہ خاص طور پر دعا کریں۔ کہ جو لوگ کام کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں کام کرنے کی توفیق دے۔ اور ان کے کاموں میں برکت ڈالے۔

ہماری فتح ظاہری سامانوں سے نہیں

بلکہ باطنی سامانوں سے ہو گی۔ اگر ہمارے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا ہو جائے۔ اور اگر ہم صرف خدا کے ہو جائیں۔ تو ساری دنیا کو فتح کر لینا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر چالیس مومن بھی کھڑے ہو جائیں۔ تو ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ جو کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ یہی دعا کرتے رہیں۔ کہ خدا تعالیٰ چالیس مومن پیدا کر دے۔ ایسے چالیس مومن جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ پس وہ لولے۔ لنگڑے اور اپاہج جو دوسروں کے کھلانے سے کھاتے ہیں۔ جو دوسروں کی امداد سے پیشاب پاخانہ کرتے ہیں۔ اور وہ بیمار اور مریض جو چارپائیوں پر پڑے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ کاش ہمیں بھی طاقت ہوتی۔ اور ہمیں بھی صحت ہوتی۔ تو ہم بھی اس وقت دین کی خدمت کرتے۔ ان سے میں کہتا ہوں۔ کہ ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے

دین کی خدمت کرنے کا موقعہ

پیدا کر دیا ہے۔ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ اور چارپائیوں پر پڑے پڑے خدا تعالیٰ کا عرش ہلائیں۔ تاکہ کامیابی اور فتح مندی آئے۔ پھر وہ جوان پڑھ ہیں۔ اور نہ صرف ان پڑھ ہیں۔ بلکہ کند ذہن ہیں۔ اور اپنی اپنی جگہ کڑھ رہے ہیں۔ کہ کاش ہم بھی عالم ہوتے کاش ہمارا بھی ذہن رسا ہوتا۔ اور ہم بھی تبلیغ دین کے لئے نکلتے۔ ان سے میں کہتا ہوں۔ کہ ان کا بھی خدا ہے جو اعلےٰ درجہ کی عبارت آرائیوں کو نہیں دیکھتا۔ اعلیٰ تقریروں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ دل کو دیکھتا ہے وہ اپنے سیدھے سادے طریق سے دعا کریں۔ خدا تعالےٰ ان کی دعا سنیگا۔ اور ان کی مدد کرے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ایک مخلص صحابی بلال رضؓ حبشی

تھے۔ جن کے نام سے تمام امتہ اسلامیہ واقف ہے۔ وہ اذان دیا کرتے تھے۔ چونکہ عرب نہ تھے اس لئے عربی کے بعض حروف ادا نہ کر سکتے تھے۔ "اشھدُ" کی بجائے "اسھدُ" کہا کرتے تھے۔ اور لوگ ان کی اذان پر ہنستے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ لوگوں کو ہنستے سنا۔ تو باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ بلال کی آواز تو اللہ تعالےٰ کو بھی پیاری ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ نہیں دیکھتا تھا۔ کہ وہ ش ادا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا تھا کہ یہ میرا وہ بندہ ہے جسے سخت دھوپ میں گرم ریت پر لٹایا گیا۔ مگر اس نے اشھد ان لا الٰہ کہنا نہ چھوڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ ایک عالم آیا۔ آپ نے بات کرتے وقت معمولی طور پر ق کا حرف ادا کرتے ہوئے قرآن کہا۔ تو وہ کہنے لگا۔ مسیح موعود بنے پھرتے ہیں۔ اور قرآن کہنا بھی نہیں آتا۔ ان دنوں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید آئے ہوئے تھے۔ ان کا ہاتھ اس شخص کے منہ کی طرف اٹھنے ہی لگا تھا۔ کہ آپ نے انہیں روک دیا۔ اور پھر جب تک اس شخص سے گفتگو کرتے رہے صاحبزادہ صاحب کا ایک ہاتھ آپ نے پکڑے رکھا۔ اور دوسرا حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ کو پکڑے رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ اور وہ اس دوران میں غصہ سے لرزتے رہے۔ لیکن وہ نادان کیا جانتا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ کو آپ کا سیدھا سادہ قرآن کہنا ہی پسند تھا۔ پس کوئی یہ مت سمجھے کہ اسے عبارت آرائی نہیں آتی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ الفاظ کو نہیں دیکھتا۔ اگر اعلےٰ درجہ کے الفاظ میں اس سے التجا کی جائے۔ تو اسے بھی سنتا ہے۔ اور اگر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس کے

در اجابت کو کھٹکھٹایا جائے

تو بھی کھولتا ہے۔ اور پکارنے والے کی دعا سنتا ہے۔ پس وہ لوگ جو معذوری اور مجبوری کی وجہ سے کسی مطالبہ کو پورا کرنے میں بھی حصہ نہیں لے سکتے میں نے یہ ایسی تجویز بتائی ہے۔ کہ اس میں وہ سب شریک ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سب سے اعلےٰ سب سے اہم اور سب سے ضروری تجویز ہے۔ وہ جو چارپائیوں پر پڑے ہوئے اپاہج ہیں، وہ جنہیں بات کرنے کا شعور نہیں۔ وہ جن کے ذہن رسا نہیں وہ جو بیمار اور کمزور ہیں۔ وہ جو قید میں پڑے ہیں، وہ جو مصائب و تکالیف اور مشکلات میں گرفتار ہیں۔ وہ سب جو یہ کام کرنا چاہتے ہیں مگر کر نہیں سکتے۔ وہ

اس تجویز پر عمل

کریں۔ اس طرح وہ کام کرنے والوں سے ثواب حاصل کرنے میں پیچھے نہ رہیں گے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے پاس دل ہی تھا۔ وہ ہم نے پیش کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ ضرور ان کے دل کی قدر کریگا۔ اور انہیں ایسا ہی اجر دیگا۔ جیسا کام کرنیوالوں کو دیگا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ ایک جنگ کے لئے جا رہے تھے۔ آپ نے صحابہ کو دیکھا۔ کہ بہت سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ بھوکے پیاسے ہیں۔ جنگل کاٹ کاٹ کر رستہ بنا رہے ہیں اور اس سخت تشویش اور تکلیف کو دین کی خاطر برداشت کر کے فخر محسوس کر رہے ہیں کہ ہم کو دین کی بہت بڑی خدمت کی توفیق ملی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس حالت کو محسوس کر کے فرمایا۔ کہ مدینہ میں کچھ لوگ ہیں جو تمہارے جیسا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ قربانیاں تو ہم کریں۔ جانیں دینے کیلئے ہم نکلیں تکلیفیں ہم اٹھائیں۔ مصیبتیں ہم جھیلیں۔ اور ثواب ان کو بھی ہمارے برابر ملے جو گھروں میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ اپاہج اور وہ لولے لنگڑے جن کے دل بریاں ہیں۔ اور جو رو رہے ہیں کہ ہمیں توفیق حاصل نہیں ورنہ ہم بھی اس جنگ میں شریک ہوتے۔ کیا خدا تعالیٰ انکو ثواب نہ دیگا۔ پس ایسے لوگ جو

مجبور اور معذور

ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سامنے۔ نہ کہ اپنے جھوٹے نفس کے سامنے۔ انکے پاس سب سے کارگر حربہ ہے۔ وہ اسے چلائیں۔ اس طرح وہ خود بھی ثواب کے مستحق ہونگے اور جماعت بھی ترقی کرتی جائیگی۔ یہ وہ انیس[19] تجاویز ہیں جو میں نے جماعت کے سامنے پیش کی ہیں۔ امید ہے کہ جلد سے جلد انکو عمل میں لایا جائیگا اور وہ جو دین کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنیکے لئے تیار ہیں آگے بڑھیں گے روپیہ کے متعلق جو تحریک کی گئی ہے۔ اور جو ابھی قادیان میں ہی لوگوں تک پہنچی ہے۔ اس میں اس وقت تک ۱۶سو روپیہ نقد اور ۷-۸ سو کے وعدے ہو چکے ہیں۔ اور مجھے جو خبریں ملی ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر محلوں کی کمیٹیاں صحیح طور پر کوشش کریں۔ تو قادیان سے ہی دو تین ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ باہر کی جماعتوں کے متعلق مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک اندازہ لگایا جائیگا۔ میں نے جو سکیم تجویز کی ہے اس کا فوراً پیش کرنیوالا آج کے خطبہ سے مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن بعض حصہ پر زائد خیالات کا اظہار میں اگلے جمعہ کے خطبہ میں کرونگا۔ جماعت کے لوگ ان مطالبات میں سے جس جس کو پورا کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ مگر یاد رکھیں۔ یہ جو کچھ ہے۔ پہلا قدم ہے جس طریق سے الٰہی سلسلے ترقی کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں یہ بالکل حقیر ہے۔ جس طرح سپاہی کو مشق کرانے کے لئے اس کے کندھے پر بندوق رکھی جاتی ہے۔ اور اسے مشق کرائی جاتی ہے۔ اسی قسم کی یہ مشق ہے۔ ورنہ وہ قربانیاں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ وہ آگے آنے والی ہیں۔ قادیان والوں پر سب سے زیادہ ذمہ واریاں ہیں۔ کیونکہ وہ مرکز میں اور نبی کی تخت گاہ میں رہتے ہیں۔ وہ کوشش کر کے ایک دوسرے سے آگے بڑھیں۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان سے ہی شائع کیا (ایڈیٹر غلام نبی)